صحابہ پر نفاق کی تہمت

اور

مولانا سلمان حسینی ندوی

از

عرفان نصر فاروقی ندوی

مکتبہ احسان لکھنؤ

Grok

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

صحابہ پر نفاق کی تہمت اور مولانا سلمان حسینی ندوی

ترتیب

مولانا عرفان نصر فاروقی

باہتمام

محمد طاہر احسان و مولانا عرفان ندوی

Sahaba par Nifaq ki Tohmat aur Maulana Salman Husaini Nadwi (Urdu)

Compiled by :

Maulana Irfan Nasar Farooqi

Edition : 2026
Pages : 132
Price : 250/-

گزارش: ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ کتاب میں کوئی غلطی باقی نہ رہے پھر بھی اگر کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرمائیں، تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ناشر

مکتبہ احسان لکھنو

MAKTABA AHSAN
504/119, Tagore Marg, Daliganj, Lucknow-20 (U.P.)
Mobile No.: 9793118234 9335982413
E-mail : maktabaahsan1@gmail.com

فہرست

مقدمہ	۴
صحابہ پر نفاق کی تہمت اور اس کی حقیقت	۱۰
صحابہ پر نفاق کی تہمت اور اس کی حقیقت	۱۴
صحابہ پر نفاق کی تہمت اور اس کی حقیقت	۱۸
صحابہ پر نفاق کی تہمت اور اس کی حقیقت	۲۱
صحابہپر نفاق کی تہمت اور اس کی حقیقت	۲۵
صحابہ پر نفاق کی تہمت اور اس کی حقیقت	۳۰
معترض کی پیش کردہ روایات اور ان کے جوابات	۳۴
تمام صحابہ عادل ہیں	٦۸
منافقین کی پہچان احادیث صحیحہ کی روشنی میں	۱۰۰
کیا صحابہؓ رضی اللہ عنہم معیار حق ہیں؟	۱۰٦
صحابہؓ کرام ایمان کے بارے میں معیار ہیں	۱۱۴
صحابہؓ کا مقام تفسیر کے باب میں	۱۱۷
نقل حدیث میں معیار	۱۱۹
اجتہاد اور رائے میں معیار	۱۲۱

مقدمہ

صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت، انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے برگزیدہ اور اللہ تعالیٰ کی منتخب کردہ جماعت ہے۔ اہل سنت کے نزدیک اس میں کوئی ادنیٰ تردد نہیں پایا جاتا۔ اہل سنت اس بات کے بھی قائل ہیں کہ صحابہ معصوم عن الخطا نہیں تھے، ان سے لغزشوں کا صدور بھی ہوا ہے۔ وہ معصوم نہیں ہیں لیکن مغفور ضرور ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت سے ان کو سچی پکی توبہ کی توفیق نصیب فرمائی، اور وہ اس دنیا سے گناہوں سے پاک صاف ہو کر گئے۔ حضرت معاذ اسلمی، غامدیہ خاتون، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم کے توبہ کے قصے معروف و مشہور ہیں۔

اسی طرح ان کے مابین تلواریں بھی بے نیام ہوئیں۔ مشاجراتِ صحابہ اسلامی تاریخ کا ایک انتہائی المناک باب ہے، لیکن یہاں پر بھی وہ اوصافِ حمیدہ سے متصف رہے۔ اس لیے اہل سنت کی رائے یہی ہے کہ دونوں فریق مجتہد تھے، اس لیے ان پر کوئی ملامت نہیں۔ اس لیے ہم ان کے سلسلے میں کفِ لسان کو اختیار کرتے ہیں، ان کے اعمال کی ان کے شایانِ شان تاویل کرتے ہیں، اور ان کے درمیان حکم بننے کی کوشش نہیں کرتے۔

اب سب سے اہم سوال یہ ہے کہ آخر یہ صحابہ کون ہیں؟ ان کی تعریف کیا ہے؟

حافظ ابن حجر نے یہ تعریف کی ہے:

من لقي النبي صلى الله عليه وآله وسلم مؤمناً به ومات على الإسلام (الإصابة للحافظ)

یعنی جس نے آپ ﷺ سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی، اور اسلام پر ہی اس کی موت آئی، وہ صحابی ہے۔

یہاں ایک مغالطہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، اپنے ایمان کا اظہار کرتے تھے لیکن وہ اندر سے مسلمان نہیں تھے۔ اس لیے وہ صحابی بھی ہیں اور منافق بھی، اور جب وہ صحابی ہیں اور منافق ہیں تو اس طرح ان پر ''منافق صحابی'' کی اصطلاح صادق آتی ہے۔

پھر اس دعوے کی بنیاد پر یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ منافقین کا نام بنام تذکرہ نہیں ملتا، اور نہ ہی ان کے ناموں کی مکمل فہرست موجود ہے۔ اس لیے جس کو آپ صحابی کہتے ہیں، ہوسکتا ہے وہ منافق ہو۔ اس لیے ان کی جانچ پرکھ ضروری ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی من پسند عینک لگا کر صحابہ کی زندگیوں کا جائزہ لینے بیٹھ جاتے ہیں اور خود فیصلہ کرنے لگتے ہیں کہ کون مومن صحابی ہے اور کون منافق صحابی؟ اس طریقہ استدلال کا اصل مقصد یہ ہے کہ جماعتِ صحابہ کے تقدس کو تار تار کیا جاسکے، اور ان کی عدالت وثقاہت کو مجروح کیا جاسکے تاکہ جب کسی صحابی پر طعن وتشنیع مقصود ہو تو اسے ''منافق صحابی'' قرار دے کر اس پر ہر قسم کی تنقید یا الزام تراشی کی جاسکے۔

ان کے اس حربے کا اوّلین ہدف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں، اور اس کے بعد دوسرے صحابہ۔

اس تحریر کا محرک اسی خیال کی تردید ہے۔

منافق کون ہیں؟ امام احمد فرماتے ہیں:

و النفاق هو الكفر أن يكفر بالله و يعبد غيره و يظهر الإسلام في العلانية مثل المنافقين الذين كانوا على عهد رسول الله صلى الله عليه و سلم. (أصول السنة للإمام أحمد 55)

ترجمہ: ''نفاق وہ کفر ہے کہ اللہ کے ساتھ کفر کرے، غیر اللہ کی عبادت کرے، اور علانیہ اسلام ظاہر کرے۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ وہ منافقین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں موجود تھے۔''

صحابہ اور منافقین کی تعریفوں سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ صحابی کا اسلام اور ایمان

کی حالت میں انتقال کرنا شرط ہے، ورنہ وہ صحابی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح منافق کا کفر کی حالت میں انتقال کرنا ضروری ہے، ورنہ وہ منافق نہیں ہوسکتا۔ یہ صحابی اور منافق کے درمیان جوہری فرق ہے۔

اسی طرح انجام کے اعتبار سے دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

صحابہ تمام کے تمام جنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنَىٰ

ترجمہ: ”اور ہر ایک (صحابی) کے لیے اللہ نے بہترین اجر کا وعدہ کیا ہے۔“

اور یہ بہترین اجر جنت ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ

ترجمہ: ”بے شک جو لوگ ہمارے ہاں سے بہترین اجر (کی خوشخبری) پہنچ چکی ہوگی، وہ سب اس (عذاب) سے دور رکھے جائیں گے۔“

اس لیے علامہ ابن حزم نے ان دونوں آیات سے استدلال کر کے فرمایا کہ صحابہ سب کے سب جنتی ہیں۔

جبکہ منافق سب کے سب جہنمی ہیں، بلکہ جہنم کے نچلے درجے میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

ترجمہ: ”بے شک منافقین دوزخ کے سب سے نیچے درجے میں ہیں۔“

پس معلوم ہوا کہ صحابی اور منافق اپنی تعریف، ابتدا اور انتہاء...... ہر اعتبار سے...... دو الگ۔الگ نوع ہیں۔ جو صحابی ہے وہ منافق نہیں ہوسکتا، اور جو منافق ہے وہ صحابی نہیں ہوسکتا۔

اس لیے ”منافق صحابی“ کی اصطلاح نہ صرف مبتدعانہ بلکہ مجنونانہ ہے۔ یہ اجتماعِ نقیضین ہے، جو محال ہے۔

صحابہ کے تعلق سے بعض غلط باتیں مشہور کر دی گئی ہیں، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

حق میں آپ ﷺ نے واضح ہدایت دی تھی، لیکن صحابہ نے آپ ﷺ کی مخالفت کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا، یا یہ کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد چند صحابہ کے علاوہ پوری جماعت مرتد ہوگئی تھی۔

اس قسم کی خرافات کا جواب ہمیں استاد محترم مولانا سید سلمان حسینی ندوی (سنی) کی تحریر میں ملتا ہے۔

آپ تحریر کرتے ہیں:

وتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم والصحابة رضى الله عنهم على ذالك، ولم يزالوا على هذه السيرة النزيهة الرفيعة ما حيوا فى هذه الدنيا (مقدمه عبد الحق، تحقيق وتعليق از مولانا سلمان حسينى: 10)

ترجمہ: ”اور رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے سابقہ ایمان و اطاعت پر قائم رہے اور جتنے دن دنیا میں رہے اسی پاکیزہ وروشن اور بلند و بالا طریقے کو اختیار کیے رہے۔“

یعنی ان میں اس قسم کا کوئی دینی انحراف پیدا نہیں ہوا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں جو فتنے رونما ہوئے، کیا وہ حضرت عثمان کی نااہلی اور ناانصافی کے سبب ہوئے، یا اس میں خارجی سبائی سازش کا عمل دخل تھا؟ اس بغاوت میں شرکت کرنے والے فضلاء اور صالحین تھے، یا اوباش اور شرپسند عناصر تھے؟

استاد محترم تحریر کرتے ہیں:

ولقد كان آخر عهد عثمان رضى الله عنه عهد الفتن الثورات و برزت فيه الدعوة الشيعة تحت ستار مطالبة الحقوق المشروعة، و كان من تولى كبرها من العناصر الفارسية المجوسية التى كانت تريد الثأر من الإسلام الذى قد أذهب سلطانهم واطاح بعروشهم، كما كانت هناك جماعة من الغوغاءيين تسعى وراء المصالح واى منافع وآخرون أغرار مخدعون

وقد کان هذا أمرا معروفا فی الشيعة الذين اتخذوا عليا رضی الله عنه والتظاهر بحبه ستارا الکل تلفيق ودس وتزوير (مقدمه عبد الحق، تحقيق وتعليق از مولانا سلمان حسينى:12)

اور بیشک عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ آخر میں فتنوں اور بغاوتوں کا دور تھا اور اس میں شیعہ تحریک ایک ایسے پردے تلے ابھری کہ وہ جائز حقوق کا مطالبہ کرتے دکھائی دیتی تھی۔ اس تحریک کی قیادت میں جو عناصر تھے، ان میں فارسی مجوسی شامل تھے جو اسلام سے انتقام لینا چاہتے تھے کیونکہ اسلام نے ان کی سلطنت ختم کر دی تھی اور ان کے تاج وتخت کو سرنگوں کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک ہجوم فریبیوں کا تھا جو صرف اپنے مفادات کے پیچھے بھاگا، اور دیگر بہت سے بھولے بھالے، فریب خوردہ لوگ بھی تھے۔

اور یہ بات (وضع حدیث) شیعوں میں معروف تھی، جنھوں نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنا سردار بنا کر اور اس سے محبت کا دکھاوا کر ہر قسم کی چالبازی، فساد اور جھوٹ وتحریف کو چھپا رکھا تھا۔

صحابہ کی یہ جماعت کیسی مقدس تھی، اس کے بارے میں استاد محترم فرماتے ہیں:

”ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں جب انسانی تاریخ کے اس (نبوت) سلسلے کے اختتام کا اعلان ہو رہا تھا اور چشمِ فلک اور روئے زمین کو ایک نظارے کا موقع رہ گیا تھا، تو ایک جلوۂ آسمانی پیش کیا گیا، جس کے مہرِ تاباں کی تیز روشنی کے سامنے سارے چراغ ماند پڑ گئے، یعنی سید الاولین والآخرین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین، دانائے سبل ختم الرسل، مولائے کل کی سیادت و قیادت کا علم اٹھا، اور ان کے قافلۂ ہدایت نے صدائے جرس لگائی، اور بس پھر کیا تھا، کون ومکان چشم براہ اور گوش برآواز ہو گئے۔

سونے چاندی کی کانوں سے ہی نہیں، لوہے اور کوئلے کی کانوں سے جو مال نکالا گیا اور اس کو صیقل کر کے جب دنیا کے سامنے پیش کیا گیا تو دنیا اس کندن اور آبدار موتی کو آنکھیں مل مل کر دیکھتی رہ گئی۔

ایک ایسی قدسی جماعت تاریخِ انسانی کے مشاہدے میں آئی جس کے لیے اس تاریخ نے لاکھوں کروٹیں بدلی تھیں!

(مقدمہ: ذرا قرن اول کو آواز دینا: 6)

مولانا سلمان صاحب ندوی (سنی) نے صحابہ کی جماعت کو قدسی جماعت اس تحریری قرار دیا ہے۔

لیکن افسوس جب سے انہوں نے رافضیت اختیار کی ہے، ان کے نزدیک یہ جماعت مجموعۂ معائب بن گئی ہے۔

مولانا سلمان صاحب (رافضی) نے صحابہ پر جو ناروا حملے کیے ہیں، ان میں سے ایک ''منافق صحابہ'' کی اصطلاح ہے، اور منافقین کو صحابہ اور صحابہ کو منافقین باور کرانا ہے۔ یہ رسالہ ان کے ہفوات، باطل تصورات کا علمی و تحقیقی جائزہ پیش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور جن کے ذہن میں اس قسم کی تحریروں سے الجھن پیدا ہو رہی ہے، اس کے ازالے کا سبب بنائے۔

عرفان نصر فاروقی ندوی

صحابہ پر نفاق کی تہمت اور اس کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت ومعاونت کے لئے ایسے پاکیزہ نفوس کا انتخاب فرمایا جنہیں ''صحابہ کرام'' کے معزز لقب سے نوازا گیا۔قرآن کریم نے ان کے ایمان، اخلاص، جانثاری اور اللہ ورسول سے وفاداری کی گواہی دے دی ہے۔تاہم بعض گمراہ کن عناصر ان عظیم المرتبت ہستیوں پر اعتراضات، بہتان تراشی اور طعن وتشنیع کرتے آئے ہیں، اور افسوس کہ آج کے دور میں بھی مختلف انداز سے ان پر بے جا تنقید اور تہمتوں کا بازار گرم ہے۔

چنانچہ ایک معترض صاحب کا کہنا ہے:

''قرآن میں سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ مائدہ، سورۂ انفال اور سب سے زیادہ سورۂ براءت میں منافق صحابہ کا تذکرہ ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ بیان فرمایا کہ میرے صحابہ میں منافقین ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت کو بتا رہے ہیں، سیرت کی ہر کتاب میں ان کا ذکر کیا گیا ہے، اور قرآن کی آیات صراحت سے ان کا ذکر کر رہی ہیں، اب اس کے بعد وہ ملا ومولوی، مفتی وقاضی جو یہ جھوٹ بول رہے ہیں کہ تمام صحابہ مقدس ہیں، اور تمام صحابہ عادل ہیں، وہ قرآن میں تحریف کر رہے ہیں، وہ حدیثوں کو جھٹلا رہے ہیں، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں، وہ منکرین حدیث ہیں۔ قرآن کی آیت کی روشنی میں ان پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت، نبیوں کی لعنت اور تمام ایمان والوں کی لعنت ہے۔'' أو کما قال۔

ان کی ان ہفوات کا خلاصہ یہ ہے کہ پوری امت مسلمہ جو چودہ پندرہ سو سالوں سے

اس اصطلاح ''منافق صحابہ'' سے نا آشنا ہے، وہ اوپر دی گئی گالیوں کی مستحق ہے، نعوذ باللہ من ذلک۔

ہوسکتا ہے کہ کبھی یہ بھی سننے کو مل جائے کہ کوئی سر پھرا کہنے لگے کہ ''اہل بیت میں مشرک بھی تھے''، اور ان کی مذمت میں مکمل سورت نازل ہوئی ہے، نام لے کر سوائے ایک مشرک اہل بیت کے کسی کی مذمت میں کوئی سورت اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی، صرف اور صرف مشرک اہل بیت، ابولہب کے بارے میں مکمل سورت نازل ہوئی ہے اور اس کو اس لیے مختصر رکھا گیا تا کہ اسے نماز میں دہرایا جا سکے اور یہ حقیقت آنکھوں سے اوجھل نہ ہو سکے کہ اہل بیت میں مشرک بھی ہیں۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلي العظیم۔

اہل سنت عدل وانصاف کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں اور اس قسم کی اصطلاحات جیسے ''منافق صحابہ'' یا ''مشرک اہل بیت'' کو قبول نہیں کرتے۔ہم معترض صاحب کی بات کا جواب دینے سے پہلے یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ اشکالات نئے نہیں ہیں، یہ صرف روافض کے چبائے ہوئے لقمے ہیں جن کی معترض صاحب جگالی کر رہے ہیں۔اب ہم صحابہ کے بارے میں اہل سنت کے مسلمات کو مختصراً نقل کرتے ہیں، (جو حضرت ابوالحسن قطان'' متوفی ۶۲۸) کی کتاب ''الإقناع فی مسائل الإجماع'' سے ماخوذ ومستفاد ہیں، جسے اہل علم نے قابل اعتماد ماخذ کے طور پر قبول کیا ہے۔

الإقناع فی مسائل الإجماع للامام ابو الحسن القطان (متوفی 628) سے صحابہ کے متعلق جن امور میں اہل سنت کا اجماع ہے ان میں سے چند کو نقل کرتا ہوں:

و أجمعوا على ان كل من صحب النبي صلى الله عليه وسلم و لو ساعة أو راه ولو مرة مع ايمانه به وبما دعا اليه أفضل من التابعين بذلك (200)	اور اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، خواہ ایک گھڑی ہی کیوں نہ ہو، یا صرف ایک بار آپ کو دیکھا ہو، بشرطیکہ ایمان کے ساتھ دیکھا ہو اور آپ کی دعوت پر ایمان لایا ہو، وہ تابعین سے افضل ہے۔

و أجمعوا على الكف عن ذكر الصحابة رضى الله عنهم إلا بخير مايذكرون به (201)

اور اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام کا ذکر نہیں کیا جائے گا مگر خیر اور بھلائی کے ساتھ۔

و أجمعوا على أنهم أحق ان تنشر محاسنهم ويلتمس لأفعالهم أفضل المخارج وأن يظن بهم أحسن الظن وأجمل المذاهب (202)

اور اس باب پر بھی اہل علم متفق ہیں کہ صحابہ زیادہ حق دار ہیں کہ ان کے محاسن اور خوبیاں بیان کی جائیں، ان کے افعال کی بہترین توجیہ کی جائے، ان کے بارے میں اچھا گمان رکھا جائے اور ان کے طرز عمل کے بارے میں بہترین رائے اختیار کی جائے۔

وأجمع المسلمون أنه لا يسبهم أو أحدا منهم ولا يطعن عليهم إلا فاسق (204)

اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو شخص صحابہ میں سے کسی پر بھی سبّ وشتم کرے یا ان پر طعن وتشنیع کرے تو وہ فاسق ہے۔

وأجمعوا على هجر أن من انتقصهم أو أبغضهم أو نالهم بما يكره وعلى معاداته وأبعاده (205)

اور علما کا اجماع ہے کہ جو شخص صحابہ کو کم تر سمجھے، یا ان سے بغض رکھے، یا ان کا ذکر ایسے انداز میں کرے جو ناپسندیدہ ہے، اس سے تعلق توڑ دیا جائے، اس سے دشمنی کی جائے اور اس کو دور رکھا جائے۔

وأجمعوا كلهم على القول بقوله تعالىٰ

اور علماء کا اجماع ہے کہ صحابہ کے بارے میں قرآن کی یہ آیت پڑھنی چاہیے:

”والذين جاءوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان۔“ (206)

”اور جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔“

ان اصول کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی اور ایمان پر ہی ان کا انتقال ہوا، وہ صحابی ہے۔ اس کا مقام

کسی تابعی کو نہیں مل سکتا۔ صحابہ کا ذکر صرف خیر کے ساتھ کیا جائے گا، ان کے محاسن بیان ہوں گے، ان کے اعمال کی توجیہ کی جائے گی اور جو شخص ان پر طعن و تشنیع کرے گا وہ فاسق ہے۔ جو ان سے بغض رکھے گا اس سے ترک تعلق کیا جائے گا۔ اور صحابہ کے لیے دعا و استغفار کیا جائے گا۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص اہل سنت کے ان اجماعی اصولوں کو نہیں مانتا، وہ خواہ کتنا ہی شور مچائے کہ ہم ہی حقیقی اہل سنت ہیں، لیکن اس کا قول معتبر نہیں قرار پائے گا اور نہ اس کے دعویٰ میں کوئی وزن ہوگا اور صرف دعویٰ سے کوئی بات ثابت نہیں ہوتی، جیسا کہ اصول ہے:

"لو يعطى الناس بدعواهم لادعى الناس دماء رجال وأموالهم" (بخاری 4532)

''اگر لوگوں کو محض ان کے دعووں کی وجہ سے کچھ دے دیا جائے تو وہ ایک دوسرے کے خون اور مال کا دعویٰ کرنے لگیں گے۔''

صحابہ پر نفاق کی تہمت اور اس کی حقیقت

(سورۂ بقرہ)

معترض صاحب نے صحابۂ کرام کے منافق ہونے اور ان کے معیارِ حق نہ ہونے کے دعوے کے اثبات کے لئے قرآن مجید کی جن آیات سے استدلال کیا ہے ان میں سے سورۂ بقرہ کی آیات کو بطور ثبوت سب سے پہلے پیش کیا ہے۔ چنانچہ ان کا دعویٰ ہے کہ سورۃ البقرہ میں ''منافق صحابہ'' کا ذکر ہے۔ دیکھتے ہیں اس دعوے میں کتنی صداقت ہے۔ سورۃ البقرہ کی ابتدائی چار پانچ آیات میں مؤمنین کا ذکر ہے، جن میں صحابہ بھی شامل ہیں:

الٓمّٓ ﴿۱﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۚۛ فِيْهِ ۚۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

ترجمہ: ''الم، یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لیے۔ وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا، اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔''

پھر دو آیات میں سرکش کافروں اور مشرکوں کا حال بیان ہوا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۷﴾

ترجمہ: ”بیشک جنہوں نے کفر کیا، ان کے لیے برابر ہے خواہ تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ، وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے، اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔“

اس کے بعد تیرہ آیات (آیت ۸ تا ۲۰) میں منافقین کی مذمت بیان کی گئی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ
بِمُؤْمِنِيْنَ ۸ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا
يَشْعُرُوْنَ ۹ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ
بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۱۰ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ
مُصْلِحُوْنَ ۱۱ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۱۲ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ
اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ
السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۱۳ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا
اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۱۴ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ
وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۱۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠
فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۱۶ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ
نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا
يُبْصِرُوْنَ ۱۷ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۱۸ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ
ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ
الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۱۹ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ۭ كُلَّمَآ اَضَآءَ
لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ
وَاَبْصَارِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۲۰

ترجمہ: (خلاصہ آیت ۸ سے ۲۰) ”اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ

دیتے ہیں حالانکہ وہ بس اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور سمجھتے نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے، تو اللہ نے ان کی بیماری (نفاق) بڑھا دی ہے، اور ان کے جھوٹ بولنے کے سبب ان کے لیے دردناک عذاب ہے... جب ان سے کہا جاتا ہے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے، تو کہتے ہیں: کیا ہم ایمان لائیں جیسے بے وقوف ایمان لائے؟ خبردار! بے شک وہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن جانتے نہیں۔ جب یہ لوگ مسلمانوں سے ملتے ہیں پس تو کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لا چکے، اور جب اپنے شیاطین کے ساتھ تنہا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو (مسلمانوں کے ساتھ) محض مذاق کررہے تھے، اللہ بھی ان کے ساتھ مذاق کر رہے ہیں اور ان کو ڈھیل دیتے جاتے ہیں کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی۔ سو ان کی تجارت نے کوئی نفع نہ دیا، اور وہ ہدایت یافتہ نہیں ہوئے۔ ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی، پھر جب اس آگ نے اس کے گرد کا ماحول روشن کر دیا تو اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا جن میں وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے... قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اچک لے جائے، جب ذرا روشنی ہوتی ہے تو چل پڑتے ہیں، اور جب اندھیرا ہوتا ہے تو ٹھہر جاتے ہیں۔ اور اگر اللہ چاہے تو ان کی سماعت اور بصارت ختم کر دے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

سورۂ بقرہ کے ان ابتدائی رکوع میں تین قسم کے گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱) مومنین، (۲) کفار و مشرکین، (۳) منافقین۔

"منافق صحابہ" کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

"وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ" (البقرہ: 13) کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

"إذا قيل للمنافقين آمنوا كما آمن أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم" (فتح القدير)

یعنی جب منافقوں سے کہا جاتا تھا کہ ایمان لاؤ جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ایمان لائے۔

اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ منافقین سے صحابۂ کرام کے ایمان کی مانند ایمان لانے کا مطالبہ کیا جاتا تھا۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صحابۂ کرام اور منافقین دو جداگانہ جماعتیں تھیں کیوں کہ اگر منافقین بھی صحابۂ کرام ہی کا حصہ ہوتے تو ان سے یہ کہنا کہ

''ان لوگوں کی طرح ایمان لاؤ''

لغو اور بے معنی ہوتا۔ اس سے ثابت ہوا جو منافق ہے وہ صحابی نہیں اور جو صحابی ہے وہ منافق نہیں۔ اسی طرح ''کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کا ایمان حق و ہدایت کا معیار اور نمونہ و کسوٹی ہے، اسی لیے منافقین سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ بھی وہی ایمان اختیار کریں جو صحابۂ کرام کے دلوں میں راسخ تھا، ایسا ایمان جو اخلاص، یقین، اطاعت اور خودسپردگی سے عبارت تھا۔ اس طرح قرآن کریم نے صحابۂ کرام کے ایمان کی صحت و کمال پر مہر تصدیق ثبت فرمائی۔

اسی طرح جو شخص منافقین کی طرح صحابۂ کرام کو حقیر اور کم عقل سمجھتا ہے یا انہیں برا بھلا کہتا ہے یا انہیں مطعون کرتا ہے یا ان کے ایمان و عدالت کو مشکوک بنانے کی کوشش کرتا ہے وہ درحقیقت جزاء الأعمال بجنسہ کے تحت اللہ کے اس فرمان کے تحت آتا ہے:

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ: ''خبردار، بیشک وہی لوگ بے وقوف ہیں لیکن وہ جانتے نہیں۔''

صحابہ پر نفاق کی تہمت اور اس کی حقیقت

(سورۂ آل عمران)

اسی طرح معترض محترم نے دعویٰ کیا ہے کہ سورۂ آل عمران میں بھی منافق صحابہ کا تذکرہ ہے، اس دعوے کی صداقت کو جانچنے کے لیے جب ہم نے آل عمران کی تلاوت کی تو ان آیات تک ہماری رسائی نہ ہو سکی جن میں منافق صحابہ کا ذکر ہے۔

البتہ جن آیات سے اس کا شبہ ہو سکتا ہے وضاحت کے ساتھ ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ (آل عمران)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اپنے علاوہ کسی دوسرے کو راز دار نہ بناؤ، وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ ان کی چاہت ہے کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ، ان کے منہ سے دشمنی ظاہر ہو چکی ہے اور ان کے سینے میں جو دشمنی چھپی ہوئی ہے وہ کہیں زیادہ ہے۔ ہم نے تمہارے لیے آیات کو صاف بیان کر دیا ہے اگر تم عقل رکھتے ہو۔

(۲) هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ: ”تم تو ایسے لوگ ہو کہ ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے، اور تم تمام آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہو۔ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لائے، اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو غصے کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں۔ کہہ دو: اپنے غصے میں پھٹ مرو! بیشک اللہ دلوں کے بھید خوب جانتا ہے۔“

علامہ ابن کثیر ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يقول تبارك وتعالى ناهيا عباده المؤمنين عن اتخاذ المنافقين بطانة، (تفسير ابن كثير) ''اللہ تعالیٰ اپنے بندگانِ مؤمنین کو منع فرماتا ہے کہ وہ منافقین کو راز دار نہ بنائیں۔''

اس آیت کی تفسیر سے واضح ہوتا ہے کہ آیت کریمہ میں دو الگ الگ جماعتوں کا ذکر ہے:

(۱) مؤمنین کی جماعت

(۲) منافقین کی جماعت۔

یہاں کسی تیسری جماعت کا ذکر نہیں ملتا جسے ''منافق صحابہ'' کے نام سے موسوم کیا جائے۔

اسی طرح امام فخر الدین رازی ''مِنۡ دُوۡنِكُمۡ'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

من دونكم أى من دون المسلمين و من غير أهل ملتكم۔ (تفسير كبير) ''من دونکم کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ اور تمہارے دین وملت سے الگ لوگ۔''

یہ تفسیر اس حقیقت کو مزید واضح کردیتی ہے کہ قرآن کریم مؤمنین اور منافقین کو دو جداگانہ گروہوں کی حیثیت سے پیش کررہا ہے۔ایک طرف اہل ایمان ہیں جنہیں خطاب کیا جارہا ہے اور دوسری طرف منافقین ہیں جن سے احتیاط برتنے کا حکم دیا جارہا ہے۔لہٰذا ان دونوں جماعتوں کو خلط ملط کرنا نہ صرف نصوص قرآنیہ کے خلاف ہے بلکہ ائمہ تفسیر کی تصریحات سے بھی متصادم ہے۔

(۳) وَمَاۤ اَصَابَكُمۡ يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ فَبِاِذۡنِ اللّٰهِ وَلِيَعۡلَمَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعۡلَمَ الَّذِيۡنَ نَافَقُوۡا ۚ (آلِ عمران)

ترجمہ: ''اور جو کچھ تمہیں اس دن پیش آیا جب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا تو وہ اللہ کے حکم سے تھا، تاکہ اللہ مؤمنوں کو نمایاں کردے اور منافقوں کو بھی ظاہر کردے۔''

ان آیات میں بھی صرف مؤمنین اور منافقین کا ذکر ہے، اور دو الگ الگ قوم وملت کے طور پر ان کا بیان ہے۔تیسری صنف یعنی منافق صحابہ کا کہیں ذکر نہیں۔کچھ آگے بڑھتے ہیں۔

(۴) مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ عَلٰى مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَيۡهِ حَتّٰى يَمِيۡزَ الۡخَبِيۡثَ

مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

ترجمہ: ”اللہ ایسا نہیں کہ وہ مؤمنین کو اس حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ خبیث کو طیب سے جدا کر دے۔ اور اللہ ایسا بھی نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع کر دے، لیکن اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر، اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہارے لیے بڑا اجر ہے۔“

ان آیات میں خطاب کس سے ہے؟ مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

الخطاب للمؤمنين أى ما كان الله ليذركم يا معشر المسلمين على ما أنتم عليه من الاختلاط بالمنافقين حتى يميز بينكم (فتح القدير)

”یہ خطاب مؤمنین سے ہے۔ یعنی اے مسلمانو! اللہ ایسا نہیں کہ وہ تمہیں اس حالت پر چھوڑ دے کہ تم منافقین کے ساتھ ملے جلے رہو، بلکہ وہ تمہارے درمیان فرق کر دے گا۔“

مزید وضاحت مولانا سلمان صاحب آل عمران کی آیت ۱۶۶ و ۱۶۷ کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جس دن دونوں گروہوں میں معرکہ ہوا، تو جو مصائب تم پر آئے وہ اللہ کے حکم سے آئے، تا کہ اللہ اس حقیقت کو ظاہر فرما دے کہ مؤمن کون ہیں اور منافق کون؟۔“ (آخری وحی)

یہاں بھی صرف صحابہ اور منافقین کا ذکر ہے۔ تیسری صنف یعنی ”منافق صحابہ“ غائب ہے۔ معلوم نہیں آل عمران کی کن آیات میں اس کا تذکرہ ہے۔

صحابہ پر نفاق کی تہمت اور اس کی حقیقت

(سورۂ مائدہ)

معترض محترم کی جانب سے یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ سورۂ مائدہ میں بھی منافق صحابہ کا ذکر ہے۔سورۂ مائدہ کے مطالعے کے بعد ذیل وہ آیات درج کی جاتی ہیں، جنہیں اس دعوے کے دلائل کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔آیت نمبر ۴۱ میں ایک جماعت کا ذکر ہے، لیکن اس جماعت کو مفسرین منافقین ہی قرار دیتے ہیں، ملاحظہ فرمایئے:

(۱) ﴿يَآأَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ ...﴾

ترجمہ: ”اے پیغمبر جو لوگ کفر میں بڑی تیزی دکھا رہے ہیں وہ تمہیں غم میں مبتلا نہ کریں، یعنی ایک تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے زبان سے تو کہہ دیا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں مگر ان کے دل ایمان نہیں لائے، اور دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے (کھلے بندوں) یہودیت کا دین اختیار کر لیا مگر ان کے دل ایمان نہیں لائے۔“

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

”نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَاتُ الْكَرِيمَاتُ فِي الْمُسَارِعِينَ فِي الْكُفْرِ، الْخَارِجِينَ عَنْ طَاعَةِ اللهِ وَرَسُولِهِ، الْمُقَدِّمِينَ آرَاءَهُمْ وَأَهْوَاءَهُمْ عَلَى شَرَائِعِ اللهِ، عَزَّ وَجَلَّ ﴿مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ﴾ أَيْ: أَظْهَرُوا الْإِيمَانَ بِأَلْسِنَتِهِمْ، وَقُلُوبُهُمْ خَرَابٌ خَاوِيَةٌ مِنْهُ، وَهٰؤُلَاءِ هُمُ الْمُنَافِقُونَ۔

ترجمہ: ”یہ آیات ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئیں جو کفر میں دوڑ دھوپ کرتے تھے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے نکل گئے تھے، اپنی آراء اور خواہشات کو اللہ کی شریعت پر مقدم کرتے تھے۔“

یعنی یہ اپنی زبان سے ایمان ظاہر کرتے تھے لیکن ان کے دل اس سے خالی اور ویران تھے، اور یہی لوگ منافق ہیں۔" (تفسیر ابن کثیر)

(۲) ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَاۤءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۤءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٥١ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَاۤئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝٥٢﴾

ترجمہ: اے ایمان والو یہودیوں اور نصرانیوں کو مددگار نہ بناؤ، یہ خود ہی ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور تم میں سے جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہی انہی میں سے ہوگا یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

جن کے دلوں میں "نفاق کا" روگ ہے، تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ لپک لپک کر ان میں گھستے ہیں، کہتے ہیں:

"ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت کا چکر آ پڑے گا" لیکن کچھ بعید نہیں کہ اللہ "مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کردے اور اس وقت یہ لوگ اس بات پر پچھتائیں جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھی تھی۔"

"علامہ شنقیطی فرماتے ہیں:

"ذَكَرَ فِي هَذِهِ الآيَةِ الكَرِيمَةِ أَنَّ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ، وهُمُ المُنافِقُونَ، يَعْتَذِرُونَ عَنْ مُوالاةِ الكُفّارِ مِنَ اليَهُودِ بِأَنَّهم يَخْشَوْنَ أَنْ تَدُورَ عَلَيْهِمُ الدَّوائِرُ."

ترجمہ: "اس آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے، وہی منافق ہیں۔ وہ کفار یہود سے دوستی کے بارے میں یہ عذر پیش کرتے تھے کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں حالات ہمارے خلاف نہ ہو جائیں۔" (أضواء البيان)

آیت نمبر ۶۱ میں بھی ایک قوم کا ذکر ہے جو زبان سے ایمان کا اقرار کرتے ہیں، لیکن دل سے تکذیب کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ منافقین کی صفت ہے۔

(۳) ﴿وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ۝٦١﴾

ترجمہ: اور جب یہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ”ہم ایمان لے آئے ہیں“ حالانکہ یہ کفر لے کر ہی آئے تھے اور اسی کفر کو لے کر باہر نکلے ہیں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ کیا کچھ چھپاتے رہے ہیں۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

”وَقَوْلُهُ: ﴿وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ﴾ وَهَذِهِ صِفَةُ الْمُنَافِقِينَ مِنْهُمْ، أَنَّهُمْ يُصَانِعُونَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الظَّاهِرِ وَقُلُوبُهُمْ مُنْطَوِيَةٌ عَلَى الْكُفْرِ.

ترجمہ: ارشاد ربانی ہے: ”جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے، حالانکہ وہ کفر کے ساتھ ہی داخل ہوتے ہیں اور اسی کے ساتھ نکلتے ہیں“۔ ”یہ منافقوں کی صفت ہے کہ وہ بظاہر اہل ایمان کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں لیکن ان کے دل کفر پر قائم رہتے ہیں۔“ (ابن کثیر)

امام قرطبی فرماتے ہیں:

”قوله تعالى: (وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا)... هَذِهِ صِفَةُ الْمُنَافِقِينَ، وَالْمَعْنَى أَنَّهُمْ لَمْ يَنْتَفِعُوا بِشَيْءٍ مِمَّا سَمِعُوهُ، بَلْ دَخَلُوا كَافِرِينَ وَخَرَجُوا كَافِرِينَ.“

ترجمہ: ”اور جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لائے“... یہ منافقین کی صفت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے قرآن سننے سے کچھ بھی فائدہ حاصل نہ کیا، بلکہ کافر آتے اور کافر ہی واپس جاتے تھے۔“ (تفسیر قرطبی)

مذکورہ آیات قرآنیہ اور ائمہ تفسیر کی تصریحات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ

سورۂ مائدہ میں منافقین کا ذکر ایک مستقل جماعت کے طور پر کیا گیا ہے۔ جبکہ ''منافق صحابہ'' کے عنوان سے کہیں کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ لہٰذا ان آیات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ صحابۂ کرام منافق تھے، قرآنی آیات اور تفسیری اقوال کے خلاف ہے، البتہ صحابۂ کرام اور منافقین دو الگ اور متباین جماعتیں تھیں جنہیں اپنے اپنے اوصاف اور احکام کے ساتھ واضح طور پر ان آیات میں ممتاز کر دیا گیا۔

صحابہ پر نفاق کی تہمت اور اس کی حقیقت

(سورۂ توبہ)

معترض کا کہنا ہے کہ سب سے زیادہ سورۃ البراءۃ میں منافق صحابہ کا تذکرہ ہے، چنانچہ آیت نمبر ۴۲ تا ۵۹ ترجمہ اور خلاصہ کے ساتھ ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) ﴿لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾﴾

ترجمہ: ”اگر مال سہل الحصول ہوتا اور سفر درمیانہ قسم کا ہوتا تو یقیناً یہ تمہارے ساتھ نکلتے، لیکن ان پر یہ سفر بھاری معلوم ہوا۔ اور یہ اللہ کی قسم کھائیں گے کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلتے۔ یہ اپنی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔

﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾﴾

ترجمہ: ”اللہ نے آپ کو معاف کیا! آپ نے انہیں کیوں اجازت دی یہاں تک کہ آپ پر ظاہر ہو جاتا کہ کون سچے ہیں اور کون جھوٹے۔

﴿لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾﴾

ترجمہ: ”جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال و جان کے ساتھ جہاد نہ کرنے کے لیے اجازت نہیں مانگتے، اور اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے۔“

﴿اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ

قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿٤٥﴾

ترجمہ: ”اجازت تو وہی مانگتے ہیں جن کا اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں اور جن کے دلوں کو شک نے جکڑ لیا ہے، سو وہ اپنے شک میں تذبذب کا شکار رہتے ہیں۔“

مذکورہ بالا آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان میں اُن منافقین کا تذکرہ کیا گیا ہے جو جہاد میں پیچھے رہے کہ بہانے تراشتے تھے، نماز میں سستی و بے دلی کا مظاہرہ کرتے تھے، خوش دلی سے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے تھے اور ان کے دل ایمان سے خالی تھے۔ گویا ان کے نفاق، باطنی کھوٹ کو نمایاں کر کے ان کے حقیقی کردار کو بے نقاب کیا گیا ہے جبکہ منافق صحابہ کا کہیں کوئی تذکرہ نہیں۔

مزید قابل غور بات یہ ہے کہ خود مولانا سلمان صاحب نے اپنی کتاب ”آخری وحی“ میں ان آیات کے تحت جو عنوان قائم کیا ہے وہ ”منافقوں کی حرکات“ ہے۔ اس عنوان سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ان آیات کا تعلق منافقین کے اعمال و کردار سے ہے نہ کہ صحابۂ کرام سے۔ لہٰذا ان آیات کریمہ سے صحابۂ کرام پر نفاق کا الزام عائد کرنا نہ صرف آیات کے واضح مفہوم کے خلاف ہے بلکہ خود معترض کے اختیار کردہ عنوان اور طرز بیان سے بھی مطابقت نہیں رکھتا ہے۔

آیت نمبر (٦١–٦٨)

﴿وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾

ترجمہ: ”ان میں سے کچھ نبی کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ تو (سراپا کان ہیں) سب کی سنتے ہیں۔ کہہ دو یہ تمہارے لیے خیر کے کان ہیں، اللہ پر ایمان لاتے ہیں، اور مومنوں کی بات پر اعتماد کرتے ہیں، اور ایمان والوں کے لیے رحمت ہیں۔ اور جو رسول کو اذیت دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ

كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾

ترجمہ: ”یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تمہیں راضی کرلیں، حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہیں کہ انہیں راضی کیا جائے، اگر یہ ایمان والے ہیں۔“

﴿اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾

ترجمہ: ”منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے میں سے ہیں، برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں، اور اپنے ہاتھ سمیٹ لیتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا، تو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا۔ بے شک منافق ہی فاسق ہیں۔“

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾

ترجمہ: ”اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کا وعدہ کیا ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہی ان کے لیے کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔“

قابل غور امر یہ ہے کہ ان مذکورہ بالا آیات کے تحت خود معترض محترم مولانا سلمان صاحب نے اپنی کتاب ”آخری وحی“ میں جو عنوان قائم کیا ہے وہ یہ ہے: ”مزید منافقوں کا حال“ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان کے نزدیک بھی ان آیات کا تعلق منافقین سے ہے نہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے۔

آیت نمبر (۷۳-تا ۸۷)

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٧٣﴾

ترجمہ: ”اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں اور ان پر سختی دکھائیں، ان کا ٹھکانا

جہنم ہے اور یہ بہت برا انجام ہے۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۝۷۵ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۝۷۶﴾

ترجمہ: ”ان میں سے کچھ لوگوں نے اللہ سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے عطا کرے گا تو ہم صدقہ کریں گے اور نیک کار ہوجائیں گے۔ پھر جب اللہ نے انہیں دیا تو وہ بخل کرنے لگے اور منہ پھیرنے لگے۔“

﴿فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۝۷۷﴾

ترجمہ: ”پس ان کی بدعہدی اور جھوٹ کے سبب اللہ نے ان کے دلوں میں قیامت تک کے لیے نفاق ڈال دیا۔“

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۝۸۴﴾

ترجمہ: ”اور ان میں سے کسی پر بھی جب وہ مرے تو کبھی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ بے شک وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر تھے اور فسق کی حالت میں مرے۔“

دلچسپ بات یہ ہے کہ مذکورہ جن آیات سے وہ اپنی من پسند اصطلاح ”منافق صحابہ“ اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، انہیں آیات کے تحت انہوں نے خود ”کافروں اور منافقوں کے ساتھ سخت رویہ“ اور ”منافقوں کی نماز جنازہ میں شرکت کی ممانعت“ کا عنوان قائم کیا ہے۔ گویا ان کا اپنا عنوان ہی اس بات کی گواہی دے رہا ہے یہاں منافقین کا ذکر ہے نہ کہ صحابہ کرام کا۔

آیت نمبر (۱۰۱)

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۟ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ﴾

ترجمہ: ”اور تمہارے گردونواح کے دیہاتیوں میں منافق ہیں اور اہل مدینہ میں بھی ایسے ہیں جو نفاق پر جمے ہوئے ہیں۔ تم نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں۔“

سورۂ براءت کی آیت نمبر ۱۰۱ کے تحت ان کا اپنی کتاب ”آخری وحی“ میں ”ارد گرد کے منافقین“ کا عنوان قائم کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آیت کا تعلق منافقین سے ہے نہ کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اسی آیت سے ”منافق صحابہ“ کا تصور اخذ کرنا خود معترض صاحب کے بیان کردہ عنوان اور آیت کے سیاق، دونوں کے خلاف ہے۔

تمام متعلقہ آیات، ان کی تفسیر وتشریح کے بعد اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بحث کا حتمی فیصلہ خود قرآن مجید سے لیا جائے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے:

﴿وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ﴾

ترجمہ: ”وہ قسم کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں حالانکہ وہ ہرگز تم میں سے نہیں۔“

منافقین قسمیں کھا کھا کر اپنے آپ کو مومنین میں شمار کرتے تھے مگر قرآن مجید نے دو ٹوک انداز میں یہ حتمی فیصلہ کر دیا کہ اگر چہ وہ زبانی ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے ان کے دل کفر سے بھرے ہوئے ہیں اور وہ ہرگز مومنین میں سے نہیں ہیں۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام اور منافقین دو الگ الگ گروہ، جداگانہ جماعتیں اور دو متضاد کرداروں کے حامل طبقات ہیں۔

صحابہ پر نفاق کی تہمت اور اس کی حقیقت

گزشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا کہ بعض قرآنی آیات سے ''منافق صحابہ'' اصطلاح ثابت کرنے کی کوشش کی گئی حالانکہ ان آیات کا تعلق منافقین سے ہے نہ کی صحابہ کرام سے۔ تاہم اس دعوے کے اثبات کے لیے معترض محترم نے احادیث نبویہ سے بھی استدلال کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ میرے صحابہ میں منافق ہیں لہٰذا جو اس کا انکار کرے وہ منکر حدیث ہے''۔

یہ اعتراض بظاہر قوی ہے لیکن حقیقت میں انتہائی بودا ہے اس لیے کہ کسی بھی لفظ کے لغوی معنی کچھ ہوتے ہیں اور اصطلاحی معنی کچھ اور ہوتے ہیں قران وسنت میں وہی لفظ کبھی لغوی معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی اصطلاحی معنی میں اور اس معنی کا تعین سیاق وسباق اور قرائن کے ذریعے کیا جاتا ہے اس کی چند مثالیں لکھی جاتی ہیں:

مثال (1) لفظ ''صلاۃ''

لفظ صلاۃ کے لغوی معنی ''دعا'' کے ہیں، جبکہ شریعت میں اس کے اصطلاحی معنی ''ایک مخصوص بدنی عبادت کے ہیں جو قیام، رکوع، سجود اور دیگر ارکان پر مشتمل ہوتی ہے''۔

لغوی معنی کی مثال:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ

ترجمہ: ''اور ان کے لیے دعا کیجیے، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے باعثِ تسکین ہے''۔

(التوبہ:103)

اس آیت میں ''صلاۃ'' سے اصطلاحی معنی ''نماز'' نہیں بلکہ لغوی معنی ''دعا'' مراد ہے۔

اصطلاحی معنی کی مثال:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

ترجمہ: ”نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔“ (البقرہ:43)

یہاں ”صلاۃ“ اپنے شرعی اور اصطلاحی معنی، یعنی نماز کے معنی میں استعمال ہوئی ہے۔

مثال (2) لفظ ”صوم“

لفظ صوم کے لغوی معنی رک جانا، خاموش رہنا یا کسی چیز سے باز رہنا ہیں، جبکہ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک مخصوص شرائط کے ساتھ کھانے پینے اور دیگر مفطرات سے اجتناب کرنا ہے۔

لغوی معنی کی مثال:

اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۝٢٦

ترجمہ: ”میں نے رحمٰن کے لیے خاموشی کا نذر مانا ہے، لہٰذا آج کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔“ (مریم:26)

یہاں ”صوم“ سے اس کے اصطلاحی معنی ”روزہ“ نہیں بلکہ لغوی معنی ”خاموشی“ اور ”کلام سے اجتناب“ مراد ہے۔

اصطلاحی معنی کی مثال:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔“ (البقرہ:183)

یہاں لفظ صوم کی جمع ”صیام“ اپنے شرعی اور اصطلاحی معنی، یعنی روزہ، میں استعمال ہوا ہے۔

مثال (3) لفظ ”زکوٰۃ“

لفظ زکوٰۃ کے لغوی معنی پاکیزگی، نشوونما اور اضافہ کے ہیں، جبکہ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ مخصوص مالی عبادت ہے جو مقررہ نصاب کے مالک مسلمان پر واجب ہوتی ہے۔

لغوی معنی کی مثال:

فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً

ترجمہ: ”تو ہم نے چاہا کہ ان کا رب انہیں اس کے بدلے ایسا بچہ عطا کرے جو اس سے زیادہ پاکیزہ ہو۔“ (الکھف:81)

یہاں ”زکاۃ“ سے اصطلاحی معنی مالی عبادت نہیں بلکہ پاکیزگی مراد ہے۔

اصطلاحی معنی کی مثال:

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

ترجمہ: ”اور زکوٰۃ ادا کرو۔“ (البقرہ:43)

یہاں ”زکوٰۃ“ اپنے شرعی اور اصطلاحی معنی، یعنی مخصوص مالی عبادت، میں استعمال ہوئی ہے۔

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ محض کسی لفظ کے لغوی معنی کو دیکھ کر اس کا مفہوم متعین نہیں کیا جا سکتا، بلکہ یہ دیکھنا ضروری ہے کہ قرآن وسنت نے اسے کس سیاق وسباق میں استعمال کیا ہے۔ یہی اصول دیگر الفاظ اور اصطلاحات کے فہم میں بھی ملحوظ رکھنا چاہئے۔

اسی طرح لفظ ”صحابی“ ہے، جس کے لغوی معنی ہیں تھوڑی دیر کسی سے ملاقات اور کسی کی صحبت اختیار کرنا، لہٰذا جو شخص تھوڑی دیر کسی سے مل لے اور اس کی صحبت اختیار کر لے اس کو صحابی کہا جائے گا اور شریعت کی اصطلاح میں صحابی وہ شخص کہلاتا ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی ہو اور ایمان ہی پر اس کی وفات ہوئی ہو۔

”ایمان پر ہی اس کی وفات ہوئی ہو“ اس شرط کی بنا پر اصطلاحِ شرع میں صحابی کا اطلاق صرف اسی شخص پر ہوتا ہے جو ایمان پر ثابت قدم رہا اور اسی پر دنیا سے رخصت ہوا۔

اس اصول کی روشنی میں ”اصطلاحی صحابی“ اور ”اصطلاحی منافق“ کو ایک ہی شخص میں جمع کرنا ممکن نہیں، کیونکہ یہ اجتماعِ ضدین ہے، اور اجتماعِ ضدین عقلاً واصطلاحاً محال ہے۔

یہاں یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ ہمارا اور معترضِ محترم کا اختلاف اصطلاحی

صحابی کے بارے میں ہے، نہ کہ لغوی صحابی کے بارے میں۔لغوی اعتبار سے تو ہر وہ شخص جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت یا ملاقات حاصل ہوئی، کسی نہ کسی درجے میں ''صحابی'' کہلا سکتا ہے۔اس اعتبار سے ابوجہل، عبداللہ بن اُبی، ابولہب اور دیگر کفار و منافقین پر بھی لفظِ صحابی کا اطلاق ہو سکتا ہے۔لیکن اصطلاحی اعتبار سے وہ صحابی نہیں ہیں کیوں کہ وہ کفر کی حالت میں مرے ہیں۔

لہٰذا لغوی اور اصطلاحی معنی میں فرق کو نظر انداز کر کے ''منافق صحابی'' جیسی اصطلاح گھڑنا علمی اصولوں اور محدثین کی تعریفِ صحابی، دونوں کے خلاف ہے۔

معترض محترم کے استدلال کا بنیادی علمی تضاد یہ ہے کہ اعتراض تو وہ اصطلاحی صحابی پر کرتے ہیں، لیکن دلائل میں ایسی روایات پیش کرتے ہیں جن میں لفظِ ''صحابی'' یا ''اصحابی'' اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔گویا محلِ نزاع کچھ اور ہے اور دلیل کسی اور چیز سے پیش کی جا رہی ہے۔

حالانکہ اصولِ تحقیق کا تقاضا یہ ہے کہ جس مفہوم کو ثابت کرنا مقصود ہو، دلیل بھی اسی مفہوم سے متعلق ہو۔اگر بحث اصطلاحی صحابی کی ہے، جس کی تعریف محدثین نے ''ایمان پر وفات پانے والے صاحبِ رسول'' سے کی ہے، تو پھر ایسے دلائل پیش کیے جانے چاہئے جو اسی اصطلاحی مفہوم پر دلالت کریں۔لیکن اگر دلیل میں لفظِ ''صحابی'' محض لغوی معنی، یعنی ''ساتھ رہنے والے'' یا ''صحبت پانے والے'' کے معنی میں استعمال ہوا ہو، تو اس سے اصطلاحی صحابی پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

معترض کی پیش کردہ روایات اور ان کے جوابات

پہلی روایت عبداللہ بن اُبی کے بارے میں ہے:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمر رضی اللہ عنہ کو اسے قتل کرنے سے روکا تو فرمایا:

”دَعْهُ، لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ۔“ (بخاری 4907)

یہاں ”اُصحابہ“ لغوی معنی میں ہے، یعنی وہ لوگ جو محض ساتھ رہتے اور سفر میں شریک ہوتے تھے، چاہے دل سے مخلص نہ ہوں۔ لہٰذا اس روایت سے اصطلاحی صحابہ میں منافقین کے وجود پر استدلال کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ محل نزاع اصطلاحی صحابیت ہے جبکہ روایت میں لفظ ”اصحابی“ لغوی معنیٰ میں ہے۔

دوسری روایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی:

”في أصحابي اثنا عشر منافقا.“ (مسلم 2779) ”میرے اصحاب میں بارہ منافق ہیں۔“

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام نووی لکھتے ہیں:

”أما قوله صلى الله عليه وسلم: (في أصحابي) فمعناه: الذين ينسبون إلى صحبتي.“

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ”میرے اصحاب میں“ کا مطلب وہ لوگ ہیں جو ظاہراً میری صحبت میں شمار ہوتے ہیں۔“

اس حدیث سے بھی ”منافق صحابہ“ کی اصطلاح ثابت نہیں ہوتی کیوں کہ یہاں ”اُصحابی“ لغوی معنی میں ہے نہ کہ اصطلاحی معنی میں۔ امام نووی کی تصریح اس پر شاہد ہے۔ لہٰذا لغوی معنی کو اصطلاحی معنی پر محمول کرنا ایک واضح علمی مغالطہ ہے۔

اعتراضات:

معترض محترم کہتے ہیں: اگر آپ کہتے ہیں کہ منافق صحابہ نہیں تھے تو کیا آپ ان

منافقین کی فہرست دے سکتے ہیں؟

غزوۂ احد میں تین سو بھاگنے والے کون تھے؟

تبوک میں کن صحابہ کو منافق کہا گیا؟

کیا وہ صحابہ کے ساتھ رہتے نہیں تھے؟

کیا ان پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی گئی؟

کیا عبداللہ بن اُبی (سردارِ منافقین) مسلمانوں میں شمار نہیں ہوتا تھا؟ اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی؟

جواب

ہم ان اعتراضات کے جواب کو تین شقوں میں تقسیم کرتے ہیں:

الف: منافقین میں سے اکثر مخلص مسلمان ہو گئے، باقی مرکھپ گئے۔

ب: بظاہر سب کو مسلمان جانا جاتا تھا، اسی لیے ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ ہوتا تھا۔

ج: اسلامی احکام تدریجاً نازل ہوئے، اس لیے ابتدائی حالات یا واقعات کو لے کر کوئی مغالطہ نہ پیدا کیا جائے۔

الف: اکثر منافقین کا قبول اسلام:

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃً للعالمین بنا کر بھیجا۔ اس رحمت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے دشمن بھی اس کے اثر سے محروم نہ رہے۔ چنانچہ بہت سے مشرکین اور اکثر منافقین نے آخر کار صدق دل سے اسلام قبول کر لیا تھا۔

ب: منافقین کے ساتھ مسلمانوں جیسا برتاؤ:

منافقین اگر چہ اپنے باطن میں کفر و نفاق چھپائے ہوئے تھے، لیکن چونکہ وہ ظاہراً اسلام کا اظہار کرتے تھے اسلئے ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کیا جاتا تھا، جبکہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے نفاق کا علم تھا لیکن انہیں قتل نہیں کیا گیا کیونکہ اس میں متعدد عظیم حکمتیں پوشیدہ تھیں جن میں سب سے اہم یہ تھیں:

(۱) لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں، اِس سے لوگ اسلام سے متنفّر ہو جاتے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ بعض صحابہ نے عبد اللہ بن ابی کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

دَعْهُ، لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ« (صحيح البخاري، 4907)

ترجمہ: ''اسے چھوڑ دو، کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔''

لٰہذا منافقین کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کرنا نہ تو ان کے نفاق سے لاعلمی کی وجہ سے تھا اور نہ ہی ان کے عمل تائید تھی بلکہ یہ اسلام کی حکیمانہ تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عادلانہ ومدبّرانہ طرزِ عمل کا تقاضا تھا۔

(۲) ان میں سے بہت سے ایمان لانے والے تھے

بعض منافقین کے مخلص مسلمان ہو جانے کا وقت مقدر تھا۔

حديث: ... أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم كَانَ يَدْعُو عَلَى أُنَاسٍ مِنَ الْمُنَافِقِينَ ... فَأَنْزَلَ اللهُ: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ﴾

(النساء: 128، سنن النسائي 1078، صححه الألباني)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض منافقین پر بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''(اے نبی!) یہ معاملہ آپ کے اختیار میں نہیں کہ وہ توبہ کریں یا اللہ ان کو عذاب دے، بے شک وہ ظالم ہیں۔''

منافقین کا توبہ کر لینا

حديث: عَنْ حُذَيْفَةَ ... قَالَ: »لَقَدْ أُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلَى قَوْمٍ كَانُوا خَيْرًا مِنْكُمْ، ثُمَّ تَابُوا فَتَابَ اللهُ عَلَيْهِمْ« (صحيح البخاري 4602)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نفاق ان لوگوں پر نازل ہوا جو تم سے بہتر تھے، پھر انہوں نے توبہ کی تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔''

کتنے منافق باقی رہ گئے تھے؟

حديث: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم: »فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا« (صحيح مسلم 2779)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرے اصحاب میں بارہ منافق ہیں۔''

حديث: قَالَ حُذَيْفَةُ: »مَا بَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ هَذِهِ الْآيَةِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ، وَلَا مِنَ الْمُنَافِقِينَ إِلَّا أَرْبَعَةٌ...« (صحيح البخاري 4658)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اس آیت کے اہل (مخلصین) میں سے صرف تین باقی بچے اور منافقوں میں سے صرف چار باقی رہ گئے۔''

حديث: عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: »إِنَّمَا كَانَ النِّفَاقُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَإِنَّمَا هُوَ الْكُفْرُ بَعْدَ الْإِيمَانِ« (صحيح البخاري 7114)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نفاق صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں تھا، آج کے بعد (جس کو تم نفاق کہتے ہو) وہ دراصل ایمان کے بعد کفر ہے۔''

خلاصہ:

منافقین میں سے اکثر تائب ہو کر مخلص مسلمان بن گئے۔

باقی مرکھپ گئے، یہاں تک کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی سب ختم ہو گئے جیسا کہ انہوں نے فرمایا تھا:

''نفاق تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں تھا، لیکن آج (میرے زمانے میں) معاملہ یہ ہے کہ ایمان کے بعد کفر ہے''۔

حضرت حذیفہؓ کی وفات ۳۶ ہجری میں ہوئی، اس لیے حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو منافق ثابت کرنے کا حربہ سراسر باطل ہے، کیونکہ یہ دونو جلیل القدر

صحابیؓ رسول ﷺ اس دور میں باحیات تھے جب نفاق والے ختم ہو چکے تھے اور خود حضرت حذیفہؓ اس کی صراحت فرما چکے تھے۔

مزید یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۶۳ ہجری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وفات ۴۳ ہجری میں ہوئی ہے اور ان کی پوری زندگی اسلام کی خدمت، دعوت و جہاد اور مسلمانوں کی قیادت میں گزری۔

اس لئے ان پر نفاق کا الزام عائد کرنا نہ صرف تاریخی حقائق کے خلاف ہے بلکہ صحابۂ کرام کے بارے میں بے بنیاد دعوی بھی ہے۔

ب۔ بظاہر سب کو مسلمان جانا جاتا تھا، اس لئے ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ ہوتا تھا۔

جب معترض محترم کو یہ بات خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ تین سو کے قریب لوگ احد کے موقع پر ساتھ چھوڑ کر مدینے واپس چلے گئے تھے، تو کیا ان مسلمانوں کو ان لوگوں کے بارے میں نہیں معلوم ہوگا جن کے درمیان سے وہ گئے تھے؟ ظاہر ہے! ضرور معلوم ہوگا، ان کی شناخت مسلمانوں سے مخفی نہیں تھی مگر یہ کہ ان میں سے بعض لوگ مخلص مسلمان ہو گئے تھے۔

چنانچہ سیرتِ ابن ہشام میں ہے:

خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ -يَعْنِي حِينَ خَرَجَ إِلَى أُحُدٍ- فِي أَلْفِ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشَّوطِ -بَيْنَ أُحُدٍ وَالْمَدِينَةِ- انْحَازَ عَنْهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ بِثُلُثِ النَّاسِ، وَقَالَ أَطَاعَهُمْ فَخَرَجَ وَعَصَانِي۔ (سیرت ابن اسحاق واصلہ فی صحیح مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ احد کی طرف اپنے ایک ہزار اصحاب کے ساتھ نکلے۔ جب آپ الشوط کے مقام پر پہنچے (جو احد اور مدینہ کے درمیان ہے) تو عبداللہ بن اُبَی ابن سلول ایک تہائی لوگوں کے ساتھ الگ ہو گیا، اور کہا: اس نے ان کی بات مان لی اور میری نافرمانی کی۔

عام طور پر لوگوں کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ فلاں صحابی مشرک تھے پھر وہ مشرف بہ اسلام ہوئے، لیکن یہ بات عموماً معلوم نہیں ہو پاتی کہ فلاں صحابی منافق تھے پھر وہ مخلص مؤمن

ہو گئے، اس لیے اس موقع پر اس نوعیت کا ایک واقعہ درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

عن عبد الله بن عمر: كُنتُ عندَ النَّبيِّ ﷺ إذ جاء حَرملةُ بنُ زيدٍ فجلَس بين يدَيْ رسولِ اللهِ ﷺ فقال يا رسولَ اللهِ الإيمانُ هاهنا وأشار إلى لسانِه والنِّفاقُ هاهنا وأشار إلى صدرِه ولا يذكُرُ اللهَ إلا قليلًا فسكت عنه النَّبيُّ ﷺ فردَّد ذلك عليه حَرْمَلةُ فأخذ النَّبيُّ ﷺ بطرفِ لسانِ حَرملةَ فقال اللَّهمَّ اجعَلْ له لسانًا صادقًا وقلبًا شاكرًا وارزُقْه حُبِّي وحُبَّ مَن يُحِبُّني وصيِّر أمرَه إلى الخيرِ فقال حَرْمَلةُ يا رسولَ اللهِ إنّ لي إخوانًا منافقينَ كُنتُ فيهم رأسًا ألا أدُلُّك عليهم فقال النَّبيُّ ﷺ مَن جاءنا كما جِئْتَنا استغفَرْنا له كما استغفَرْنا لك ومَن أصرَّ على ذنبِه فاللهُ أولى به ولا نخرِقُ على أحدٍ سترًا۔ (رواه الطبراني وقال الهيثمي: رجاله رجال الصحيح)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا کہ اتنے میں حرملۃ بن زید آئے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! ایمان یہ ہے (اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا) اور نفاق یہ ہے (اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا) اور وہ اللہ کا ذکر بہت کم کرتا ہے۔ نبی ﷺ خاموش رہے۔ حرملۃ نے یہ بات دوبارہ کہی۔ تو نبی ﷺ نے حرملۃ کی زبان کے سرے کو پکڑا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو سچی زبان عطا فرما، شکر کرنے والا دل عطا فرما، اور اس کو میری محبت اور میری چاہنے والوں کی محبت عطا فرما، اور اس کا انجام بھلائی پر فرما۔ تو حرملۃ نے کہا: یا رسول اللہ! میرے کچھ بھائی ہیں جو منافق ہیں اور میں ان کا سردار رہا ہوں، کیا میں آپ کو ان پر اطلاع نہ دوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: جو ہمارے پاس اس طرح آئے گا جس طرح تم آئے ہو تو ہم اس کے لیے استغفار کریں گے جس طرح تمہارے لیے کیا، اور جو اپنے گناہ پر اصرار کرے گا تو اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کے ساتھ معاملہ کرے، اور ہم کسی کا پردہ نہیں چاک کریں گے۔

یہ واقعہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عہد نبوی میں بعض افراد ابتدا میں نفاق میں

مبتلا تھے پھر اللہ نے انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائی اور وہ صدق دل سے مخلص اہل ایمان میں شامل ہو گئے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کو اللہ کی طرف سے غیبی امور کی خبر دیجاتی تھی، چنانچہ متعدد روایات میں آپ ﷺ نے بعض منافقین کی نشاندہی فرمائی، بلکہ بعض مواقع پر آپؐ نے ان کے نام بھی بیان فرمائے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ منافقین ایک معروف و مشخص گروہ تھے۔ ذیل میں اسی سے متعلق چند روایات ذکر کی جاتی ہیں:

بعض منافقین کے نام

الف۔ عن جابر بن عبد الله أنّ رَسولَ اللهِ ﷺ قَدِمَ مِن سَفرٍ، فَلَمّا كانَ قُرْبَ المَدِينَةِ هاجَتْ رِيحٌ شَدِيدَةٌ تَكادُ أنْ تَدْفِنَ الرّاكِبَ فَزَعَمَ، أنّ رَسولَ اللهِ ﷺ قالَ: بُعِثَتْ هذه الرِّيحُ لِمَوْتِ مُنافِقٍ فَلَمّا قَدِمَ المَدِينَةَ، فَإذا مُنافِقٌ عَظِيمٌ مِنَ المُنافِقِينَ قدْماتَ۔ (مسلم ۲۷۸۲)

ترجمہ: جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر سے واپس آئے۔ جب مدینے کے قریب پہنچے تو ایک سخت ہوا چلنے لگی جو قریب تھا کہ سوار کو دفن کر دے۔ چنانچہ راوی کہتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: یہ ہوا ایک منافق کے مرنے کے سبب بھیجی گئی ہے تو جب آپؐ مدینہ آئے تو ایک بڑا منافق مر چکا تھا۔

ب۔ عن عائشة أم المؤمنين مرفوعا ما أظُنُّ فُلانًا و فُلانًا يَعْرِفانِ مِن دِينِنا شيئًا قالَ اللَّيْثُ: كانا رَجُلَيْنِ مِنَ المُنافِقِينَ۔ (البخاري ٦٠٦٧)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے نہیں لگتا کہ فلاں اور فلاں ہمارے دین کی کوئی چیز جانتے ہوں۔ امام لیث کہتے ہیں کہ دونوں مرد منافق تھے۔

ج۔ عن أبي بن كعب صلّى رسولُ اللهِ ﷺ يومًا صلاةَ الصُّبحِ فقالَ أشَهِدَ فلانٌ الصَّلاةَ قالوا لا. قالَ ففلانٌ قالوا لا. قالَ إنّ هاتينِ الصَّلاتينِ من أثقلِ الصَّلاةِ

على المنافقينَ ولو يعلمونَ ما فيهما لأتوْهما ولو حبوًا والصَّفُّ الأوّلُ على مثلِ صفِّ الملائكةِ ولو تعلمونَ فضيلتَهُ لابتدرتُموهُ وصلاةُ الرّجلِ معَ الرّجلِ أزْكى من صلاتِهِ وحدَهُ وصلاةُ الرّجلِ معَ الرّجلينِ أزْكى من صلاتِهِ معَ الرّجلِ وما كانوا أكثرَ فهوَ أحبُّ إلى اللهِ۔

(أبو داود (٥٥٤)، والنسائي (٨٤٣) وأحمد (٢١٢٦٥) وصححه الألباني)

ترجمہ: ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن صبح کی نماز پڑھائی اور فرمایا کہ فلاں نے نماز پڑھی؟ کہا گیا نہیں۔ فرمایا فلاں نے؟ کہا نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں نمازیں منافقین کے لیے سب سے زیادہ بھاری ہیں۔ اگر وہ جانتے کہ ان میں کیا ہے تو رینگ کر بھی آتے۔ پہلی صف فرشتوں کی صف کی مانند ہے اور اگر وہ فضیلت جان لیتے تو پہلے پہنچنے کی کوشش کرتے۔ ایک شخص کا دوسرے آدمی کے ساتھ مل کر (باجماعت) نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اسی طرح دو افراد کا ایک فرد کے ساتھ (باجماعت) نماز ادا کرنا ایک فرد کے ساتھ (باجماعت) نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور جتنے زیادہ لوگ ہوں گے (جتنی بڑی جماعت ہوگی) وہ اللہ کو اتنا ہی پسند ہے۔

د۔ عن عبد الله بن عباس عنِ ابنِ عبّاسٍ: في قولِه {وَمِمَّنۡ حَوۡلَكُم مِّنَ ٱلۡأَعۡرَابِ مُنَٰفِقُونَۖ وَمِنۡ أَهۡلِ ٱلۡمَدِينَةِ مَرَدُواْ عَلَى ٱلنِّفَاقِ لَا تَعۡلَمُهُمۡۖ نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡۚ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيۡنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ١٠١} [التوبة:١٠١] قال: قامَ رسولُ اللهِ يومَ جُمعةٍ خطيبًا فقالَ قُمْ يا فُلانُ فاخرُجْ فإنَّكَ مُنافِقٌ اخرُجْ يا فُلانُ فإنَّكَ مُنافِقٌ فأخرَجهم بأسمائِهم ففضَحهم ولَم يكُنْ عُمَرُ بنُ الخَطّابِ شهِدَ تلكَ الجُمعةَ لحاجةٍ كانت له فلقِيهم وهم يخرُجونَ مِنَ المسجِدِ فاختَبأَ منهم استحياءً أنّه لَم يشهَدِ الجُمعةَ وظنَّ أنّ النّاسَ قدِ انصرَفوا واختبَؤوا هم مِن عُمَرَ فظنّوا أنّه قد علِم

بأمرِهم فدخَل عُمَرُ المسجِدَ فإذا النّاسُ لَمْ ينصرِفوا فقال له رجُلٌ أبشِرْ يا عُمَرُ فقد فضَح اللهُ المُنافِقينَ اليومَ فهذا العذابُ الأوّلُ.

(الطبراني في المعجم الأوسط 1/241 وقال الهيثمي في مجمع الزوائد ۳٦/۷ فيه الحسين بن عمرو وهو ضعيف)

ترجمہ: عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ قرآن کی آیت (التوبہ:101) کے بارے میں انہوں نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جمعہ کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے فلاں! اٹھو اور یہاں سے نکل جاؤ، تم منافق ہو، اور ایک دوسرے شخص سے کہا نکل جاؤ فلاں! تم بھی منافق ہو۔ ان کا نام لے کر مسجد سے نکالا۔ اس دن عمر بن خطاب کسی ضرورت کی وجہ سے مسجد میں نہیں پہنچ سکے تھے اور جب پہنچے تو ان منافقین کو مسجد سے نکلتے پایا، عمر شرم کی وجہ سے چھپ گئے (اور سمجھے شاید نماز ختم ہوگئی) اس لئے یہ لوگ مسجد سے نکل رہے ہیں اور منافقوں نے سمجھا کہ عمر کو ان کے بارے میں اطلاع ہوگئی ہے اس لئے وہ عمرؓ سے چھپ رہے تھے، مگر جب عمر مسجد میں گئے تو دیکھا کہ لوگ ابھی نماز سے فارغ نہیں ہوئے ہیں۔ ایک شخص نے ان سے کہا: مبارک ہو عمر! اللہ نے آج منافقوں کو بے نقاب کردیا، یہ پہلی سزا ہے۔

۵۔ عن أبي مسعود عقبة بن عمرو كنّا مع النبيِّ صلى الله عليه وآله وسلم في غزاةٍ فأصاب الناسَ جهدٌ حتّى رأيتُ الكآبةَ في وجوهِ المسلمينَ والفرحَ في وجوهِ المنافقينَ، فلمّا رأى ذلك رسولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم قال: واللهِ لا تغيبُ الشمسُ حتّى يأتيَكمُ اللهُ برزقٍ، فعلمَ عثمانُ أنّ اللهَ ورسولَه سيصدقانِ فاشترى عثمانُ أربعَ عشرةَ راحلةً بما عليها من الطعامِ فوجّهَ إلى النبيِّ صلى الله عليه وآله وسلم منها بتسعةٍ فعرفَ الفرحَ في وجوهِ المسلمين والكآبةَ في وجوهِ المنافقينَ، فرأيتُ النبيَّ صلى الله عليه وآله وسلم رفع يديهِ حتّى رُؤيَ بياضُ إبطيهِ يدعو لعثمانَ دعاءً ما سمعتُهُ دعا لأحدٍ قبلَهُ.

(انظر الخصائص الكبرى للسيوطي وإسناده صحيح)

ترجمہ: ابو مسعود عقبہ بن عمرو نے فرمایا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے۔ جب

لوگوں کو سختی ہوئی تو میں نے مسلمانوں کے چہروں پر غم اور منافقوں کے چہروں پر خوشی دیکھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ قسم ہے اللہ کی، سورج غروب ہونے سے پہلے اللہ تمہارے لیے روزی لے آئے گا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ یہ اللہ اور اس کا رسول کا سچا وعدہ ہے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غلے یا کھانے سے لدے چودہ اونٹ خریدے اور ان میں سے نو اونٹ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس بھیجے۔ اس سے مسلمانوں کے چہروں پر خوشی اور منافقوں کے چہروں پر غم ظاہر ہوا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے اس قدر اپنے ہاتھ بلند فرمائے کہ بغل کا سفید حصہ دکھائی دے رہا تھا، اور عثمان کے حق میں ایسی دعا کی کہ آپؐ نے اس سے پہلے کبھی کسی کے لیے نہ کی تھی۔

و۔ عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه، قالَ عبدُ اللهِ: لَقَدْ رَأَيْتنا وما يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلاةِ إلّا مُنافِقٌ قدْ عُلِمَ نِفاقُهُ، أَوْ مَرِيضٌ، إنْ كانَ المَرِيضُ لَيَمْشِي بيْنَ رَجُلَيْنِ حتّى يَأْتِيَ الصَّلاةِ، وقالَ: إنْ رَسولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم عَلَّمَنا سُنَنَ الهُدى، وإنّ مِن سُنَنَ الهُدى الصَّلاةَ في المَسْجِدِ الذي يُؤَذَّنُ فِيهِ. (صحيح مسلم ٦٥٤)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ جو نماز سے پیچھے رہتا وہ یا تو منافق ہوتا جس کا نفاق ظاہر ہو چکا ہو یا مریض، اور اگر مریض ہوتا تو دو مردوں کے بیچ چل کر نماز تک پہنچتا۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ہدایت کے طریقے سکھائے ہیں، اور ان ہدایت کے طریقوں میں سے ایک یہ کہ اس مسجد میں نماز پڑھی جائے جہاں اذان دی جاتی ہو۔

ذ عن كعب بن مالك رضى الله عنه، فَكُنْتُ إذا خَرَجْتُ في النّاسِ بَعْدَ خُرُوجِ رَسولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَطُفْتُ فيهم، أَحْزَنَنِي أنّي لا أرى إلّا رَجُلًا مَغْمُوصًا عليه النِّفاقُ. (بخاری ۴۴۱۸)

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوہ میں تشریف

لے جانے کے بعد جب میں لوگوں کے درمیان نکلتا تو مجھے بڑا رنج وغم ہوتا کیوں کہ یا تو وہ نظر آتا جن کے چہرے سے نفاق ٹپکتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ح۔ عاصم بن عمر بن قتادة قلتُ لمحمودِ بنِ لبيدٍ هل كان الناسُ يعرفون النفاقَ فيهم؟ قال. نعم واللهِ إن كان الرجلُ ليعرفُه من أخيهِ ومن أبيهِ ومن بني عمّهِ ومن عشيرتِه، ثم يلبسُ بعضُهم بعضًا على ذلك۔ (رواه ابن حزم في المحلى وقال منقطع)

ترجمہ: میں نے محمود بن لبید سے پوچھا کہ کیا لوگ اپنے درمیان منافقین کو پہچانتے تھے؟ جواب دیا: ہاں، اللہ کی قسم! ایک شخص اپنے بھائی، والد، چچا، یا قبیلے کے لوگوں کو (منافق کے طور پر) پہچان لیتا تھا، پھر بھی وہ سب ایک دوسرے کو یہ نہیں بتاتے تھے۔

مذکورہ بالا تمام روایات اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ منافقین ایک الگ گروہ تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابۂ کرام نام بنام جانتے اور پہچانتے تھے۔

لہٰذا قرآن وحدیث میں جہاں منافقین کا ذکر آیا ہے وہاں یہی مخصوص گروہ مراد ہے نہ کہ صحابۂ کرام۔ اس لئے ”منافق صحابہ“ کا مغالطہ پیدا کرنا علمی دیانت اور صحیح فہمِ نصوص کے خلاف ہے۔

اور اگر صحابۂ کرام کو ان کی معرفت میں کوئی غلطی ہوجاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وضاحت سے منافق اور مؤمنین ممتاز ہوجاتے تھے۔

اس سلسلے میں متعدد احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

الف۔ عن عتبان بن مالك في حديثه الطويل،، فَقالَ قائِلٌ منهمْ: أَيْنَ مالِكُ بنُ الدُّخَيْشِنِ أوِ ابنُ الدُّخْشُنِ؟ فَقالَ بَعْضُهُمْ: ذلِكَ مُنافِقٌ لا يُحِبُّ اللهَ ورَسولَهُ، فَقالَ رَسولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: لا تَقُلْ ذلكَ، ألا تراهُ قدْ قالَ لا إلَهَ إلّا اللهُ، يُرِيدُ بذلكَ وجهَ اللهِ قالَ: اللهُ ورَسولُهُ أعْلَمُ، قالَ: فإنّا نَرى وجْهَهُ ونَصِيحَتَهُ إلى المُنافِقِينَ، قالَ رَسولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: فإنّ اللهَ قدْ حَرَّمَ على النّارِ مَن قالَ لا إلَهَ إلّا اللهُ، يَبْتَغِي بذلكَ وجهَ اللهِ۔ (البخاري ٤٢٥)

ترجمہ: عتبان بن مالک نے بیان کیا کہ جب ان میں سے کسی نے پوچھا: مالک بن دخشن کہاں

ہے؟ کچھ نے کہا: وہ منافق ہے، اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اس نے اللہ کے لئے ''لا الہ الا اللہ'' کا کلمہ پڑھا ہے۔ تو پھر الزام لگانے والے نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ ہم تو بظاہر اس کی توجہات اور دوستی منافقوں کے ساتھ ہی دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے دوزخ حرام کیا ہے اس پر جو ''لا الہ الا اللہ'' اللہ کی خوشنودی کے لیے کہے۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کے باطن کا فیصلہ محض قیاسات اور ظنون کی بنیاد پر نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس پر نفاق کا الزام لگایا جا سکتا ہے بلکہ اگر اس نے اخلاص کے ساتھ کلمۂ توحید کا اقرار کیا ہے تو اس کے اسلام کا اعتبار کیا جائے گا۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جب کسی پر نفاق کا بے بنیاد الزام لگایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تردید اور سختی سے ساتھ تنبیہ فرماتے تاکہ کسی پر ناحق الزام نہ لگایا جا سکے۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ:

ب۔ قالَ عُمَرُ: دَعْنِي أضْرِبْ عُنُقَهُ فإنّه (حاطب) قدْ نافَقَ، فَقالَ: ما يُدْرِيكَ، لَعَلَّ اللهَ اطَّلَعَ على أهْلِ بَدْرٍ فَقالَ: اعْمَلُوا ما شِئْتُمْ، فَهذا الذي جَرَّأَهُ۔ (بخاری ۳۰۸۱)

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اجازت دیں کہ اس (حاطب) کی گردن مار دوں، کیونکہ اس نے نفاق کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا معلوم؟ اللہ تعالیٰ بدر والوں کے حالات سے خوب واقف ہے۔ اور ان کے بارے میں فرمایا کہ جو چاہو کرو۔ اس بات نے انہیں اس کی ہمت دی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محض کسی ایک واقعہ کی بنیاد پر کسی مسلمان خصوصا صحابی پر نفاق کا حکم لگانا درست نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی وضاحت فرما دی کہ وہ اہل بدر میں سے ہیں اور ان کا یہ عمل نفاق کی وجہ سے نہیں تھا۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ولتعرفنهم فی لحن القول (تم انہیں ان کے لہجے

سے پہچان لوگے) کا وعدہ پورا ہوا۔

تنبیہ:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۚ﴿۱۰۱﴾ (التوبة:۱۰۱)

یہ آیت، آیت (ولتعرفنهم في لحن القول) کے خلاف نہیں کیونکہ یہ آیت نفاق کی پہچان والی آیت سے قبل نازل ہوئی۔ (فتح البیان)

ولا ينافي هذا قوله تعالى: (ولتعرفنهم في لحن القول) لأن آية النفي نزلت قبل آية الإثبات، (فتح البيان)

خلاصہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کو ان کے بارے میں علم تھا۔

معترض محترم کا کہنا ہے کہ کیا حضور منافقین کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے؟

(ج) جواب: اس کا جواب یہ کہ اسلامی احکام کا نزول تدریجاً ہوا ہے، اس لیے اللہ تعالی کی جانب سے کوئی حکم ایک میعاد تک دیا جاتا تھا یا اس بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا، تو سابقہ حکم کے مطابق عمل جاری رہتا تھا، اس کی دو مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

[عن علي بن أبي طالب:]

مثال (۱) ”كَانَتْ لي شارِفٌ مِن نَصِيبِي مِنَ المَغْنَمِ يَومَ بَدْرٍ، وكانَ النبيُّ صلى الله عليه وآله وسلم أعْطانِي مِمّا أفاءَ اللهُ عليه مِنَ الخُمُسِ يَومَئِذٍ،...

ترجمہ: ”علی بن ابی طالب سے روایت ہے: میرے حصے میں بدر کے دن مالِ غنیمت سے ایک اونٹنی آئی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن خمس میں سے بھی مجھے کچھ دیا تھا جو اللہ کے فضل سے ملا تھا۔ جب میں نے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کا ارادہ کیا تو میں نے بنی قینقاع کے ایک سنار سے وعدہ کیا کہ ہم جا کر اذخر (ایک قسم کی

خوشبودار گھاس) لائیں تا کہ میں اسے سناروں کو بیچوں اور اس کی قیمت سے ولیمہ کا خرچ اٹھاؤں۔ پس جب میں نے اپنی دونوں اونٹنیوں کو ان کے ساز و سامان کے ساتھ جمع کیا، وہ ایک انصاری کے حجرے کے قریب بٹھائی گئی تھیں۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ ان کی کوہان کاٹ دی گئی ہے، پیٹ پھاڑ دیے گئے ہیں اور ان کے جگر نکال لیے گئے ہیں۔ میں یہ منظر دیکھ کر خود پر قابو نہ رکھ سکا اور کہا: یہ کس نے کیا؟ لوگوں نے کہا: یہ حمزہ بن عبدالمطلب نے کیا ہے، جو ایک گھر میں انصار کے کچھ لوگوں کے ساتھ شراب پی رہے تھے اور ایک گانے والی عورت ان کے ساتھ تھی۔ اس عورت نے اپنے گانے میں کہا: ''اے حمزہ! ان موٹی کُہان والی اونٹنیوں کی طرف بڑھو'' تو حمزہ تلوار لے اٹھے اور ان اونٹنیوں کی کوہان کاٹ دیں اور پیٹ چاک کر دیے اور ان کے جگر نکال لیے۔ حضرت علی کہتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس زید بن حارثہ بھی موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے چہرے سے حالات پہچان لیے اور فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آج ایسا منظر دیکھا کہ کسی دن نہ دیکھا تھا۔ حمزہ نے میری اونٹنیوں کے کوہان کاٹ ڈالے اور پیٹ چیر ڈالا۔ اور وہ شراب پی رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً اپنی چادر اوڑھ کر نکلے اور میں اور زید بن حارثہ بھی آپ کے ساتھ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حمزہ کے پاس پہنچے، اجازت مانگی تو اجازت مل گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمزہ کو اس کام پر ملامت فرمائی۔ حمزہ اس وقت نشے میں تھے، آنکھیں سرخ تھیں۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا پھر ذرا اوپر دیکھا، پھر آپ کے گھٹنے کی طرف، پھر اوپر سے چہرے کی طرف اور کہا: تم لوگ تو میرے باپ کے غلام ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دیکھ کر سمجھ گئے کہ وہ نشے میں ہے تو فوراً واپس لوٹ گئے اور ہم بھی نکل آئے۔

(بخاری ۴۰۰۳)

اب اس پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ کیا حضرت حمزہ نے شراب پی کر ایسا ایسا نہیں کیا

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی نہیں کی؟

تو یہ صرف سائل کی جہالت یا خباثت ہی ہوگی کیوں کہ اس وقت تو شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔

مثال (۲) حضرت عباس سودی کاروبار کیا کرتے تھے اور اس وقت تک سود کی حرمت نہیں اتری تھی۔ چنانچہ جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں:

"أنّ رسولَ اللهِ ﷺ قال في خُطبَتِه يومَ عَرَفةَ في حَجَّةِ الوَداعِ: ورِبا الجاهليّةِ موضوع، وأوّلُ رِبًا أضَعُ رِبا العبّاسِ بنِ عبدِ المُطّلِبِ، فإنّه موضوعٌ، كلُّه.

ترجمہ: "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع کے دن عرفات میں فرمایا: جاہلیت کا سارا سود کالعدم ہے، اور سب سے پہلا سود جسے میں ختم کرتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے، وہ بھی مکمل طور پر ختم ہے۔"

(تخريج مشكل الآثار ۳۲۱۷- وقال شعيب الأرنؤوط إسناده صحيح)

اب اگر کوئی شخص اس بنیاد پر حضرت عباس کو مطعون کرے تو کیا یہ صرف بدتہذیبی اور صحابہ پر طعن وتشنیع کے لیے بہانے تلاش کرنا نہیں ہے؟

شروع میں منافقین کے ساتھ نرمی برتی جاتی تھی، لیکن بعد میں جیسے جیسے اسلام کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا ان کے ساتھ حکم میں بھی سختی ہوتی گئی۔ چنانچہ ابتدا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کی نماز جنازہ پڑھا دیتے تھے، لیکن آیت:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ [التوبة ۸۴]

ترجمہ: اور (اے نبی) آپ ان میں سے کسی کا بھی کبھی نماز جنازہ نہ پڑھیں، اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔ بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور وہ کافر ہو کر مرے۔

اس آیت کے نزول کے بعد آپؐ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی، پوری

دنیائے رافضیت یہ مل کر ثابت نہیں کر سکتی۔ اس قسم کے اعتراض صرف اور صرف صحابہ کو مطعون او مغالطہ پیدا کرنے لیے کیے جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ روایت تو سب کو ہی معلوم ہے۔

3- [عن عبد الله بن عمر:] "أنّ عَبْدَ اللهِ بن أُبَيٍّ لَمّا تُوُفِّيَ، جاءَ ابنُهُ إلى النبيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقالَ: يا رَسُولَ اللهِ، أعْطِنِي قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيهِ، وصَلِّ عليه، واسْتَغْفِرْ له، فأعْطاهُ النبيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَمِيصَهُ، فَقالَ: آذِنِّي أُصَلِّي عليه، فَآذَنَهُ، فَلَمّا أرادَ أنْ يُصَلِّيَ عليه جَذَبَهُ عُمَرُ، فَقالَ: أليسَ اللهُ نَهاكَ أنْ تُصَلِّيَ على المُنافِقِينَ؟ فَقالَ: أنا بيْنَ خِيَرَتَيْنِ، قالَ: {اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ} [التوبة:٨٠] فَصَلّى عليه، فَنَزَلَتْ: {وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ} [التوبة:٨٤]

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن اُبَی (رئیس المنافقین) فوت ہوا، تو اس کے بیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اپنا قمیص عنایت فرما دیجیے تا کہ میں اسے کفن میں شامل کروں، اور آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں اور اس کے لیے بخشش کی دعا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا قمیص عطا فرما دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی نماز جنازہ پڑھاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیار ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھینچا اور کہا: کیا اللہ نے آپ کو منع نہیں فرمایا کہ منافقین پر نماز پڑھیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے دو میں سے ایک کا اختیار دیا گیا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا ہے: ''چاہے آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں، اگر آپ ستر بار بھی استغفار کریں تو اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا'' (التوبہ:۸۰)، پس میں نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی۔ اسی کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: ''اور آپ

ان میں سے کسی پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔"

(التوبہ: ۸۴) (البخاري ۱۲۶۹)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ منافقین کے بارے میں احکام تدریجاً نازل ہوئے، ابتدا میں نبی کریم کو ان کے لئے استغفار اور نماز جنازہ پڑھانے کا اختیار حاصل تھا اسی بنا پر آپؐ نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی لیکن "ولاتصل علی احد۔۔۔۔" کے نزول کے بعد کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ لہٰذا ابتدائی حالات کو بنیاد بنا کر کوئی غلط نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں۔

معترض صاحب نے اپنے دعوے "صحابہ میں منافق بھی تھے" میں ایک زبردست دلیل یہ دی ہے کہ صحابہ پر لکھی جانے والی کتابوں میں منافقین کا بھی تذکرہ ہے۔

چنانچہ وہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"سب سے زیادہ تعجب انگیز بات یہ ہے کہ یہ حضرات عبداللہ بن ابی سردار منافقین کا تذکرہ بھی صحابہ میں کر دیتے ہیں، جیسے الاستیعاب میں اس کا ذکر ہے"۔ (تلخیص، الاستیعاب از مولانا سلمان حسینی 5)

اسی تلخیص میں مولانا سلمان صاحب نے تذکرہ نمبر ۷۰ پر عبداللہ بن ابی کا ذکر کیا ہے، ان کی ترجمانی ملاحظہ فرمایئے:

"سردار منافقین تھا (یہ خیال رہے کہ صحابہ پر کتاب میں سردار منافقین کا ذکر ہو رہا ہے) انتقال ہوا بیٹے عبداللہ بن عبداللہ نے حضور کی قمیص مانگی، تو آپ نے عنایت فرمادی، پھر نماز جنازہ پڑھنے کھڑے ہوئے، تو حضرت عمر نے کپڑا کھینچا اور عرض کیا کہ کیا اللہ تعالی نے منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا؟

آپؐ نے فرمایا: استغفر لهم أو لا تستغفر لهم (آپ ان کے لیے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں) میں ان کے لیے مغفرت کی دعا کروں یا نہ کروں کا اختیار رکھتا ہوں پھر نماز

پڑھائی، اس کے بعد ''لا تصل علی أحد منهم مات'' الآیة (ان میں سے کسی کی نماز آپ نہ پڑھائیں)، نازل ہوئی۔

(دیکھیے الاستیعاب ج۳ص ۹۴۲-۹۴۰) (تلخیص الاستیعاب از مولانا سلمان صاحب ۷۲)

اب اس تعلق سے بھی ہم ان کے جھوٹ کا پردہ فاش کرنا چاہتے ہیں۔ معرفت صحابہ، علوم الحدیث کا موضوع ہے، اس موضوع سے متعلق پچاسوں کتابیں محدثین نے تالیف کی ہیں، لیکن تین کتابیں انتہائی جامع اور مفید لکھی گئیں، اور وہ سب سے اہم مصادر میں شمار ہوتی ہیں، سب سے پہلے انہیں کتابوں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

1- الاستیعاب فی معرفة الأصحاب للإمام ابن عبد البر،

اس کتاب میں صحابہ کے علاوہ غیر صحابہ کا تذکرہ بھی آ گیا ہے، اس لیے اس کتاب کی فہرست میں کسی کا نام دیکھ کر اسے صحابی نہ سمجھنا چاہیے بلکہ کتاب کے متن کا مطالعہ کرنا چاہیے تا کہ کوئی غلط فہمی نہ ہو، اصل میں ابن عبدالبر اپنی کتاب کو جامع اور پورے قرن کی تاریخ پر مشتمل بنانا چاہتے تھے، اس لیے اس میں غیر صحابہ کا بھی ذکر کر دیا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن عبدالبر نے مقدمے میں اپنے اس منہج کا ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

ولم أقتصر في هذا الكتاب على ذكر من صحت صحبته ومجالسته حتى ذكرنا من لقي النبي صلى الله عليه وآله وسلم، ولو لقته واحدة مؤمنا به، أو رآه رؤية، أو سمع منه لفظة فأداها عنه. واتصل ذلك بنا على حسب روايتنا وكذلك ذكرنا من ولد على عهده من أبوين مسلمين.

فدعا له، أو نظر إليه، وبارك عليه، ونحو هذا، ومن كان مؤمنا به قد أدى الصدقة إليه ولم يرد عليه. وبهذا كله يستكمل القرن الذي أشار عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (مقدمه الاستیعاب 1/24)

ترجمہ: اور میں نے اس کتاب میں صرف انہیں لوگوں کے ذکر پر اکتفا نہیں کیا جن کی صحبت اور مجالست کی صحت ثابت ہے، بلکہ ہم نے ان لوگوں کا بھی ذکر کیا جو نبی صلی اللہ علیہ

وسلم سے ملے، چاہے ایک بار ہی ایمان کی حالت میں ملے ہوں، یا آپ ؐ کو دیکھا ہو، یا ان سے کوئی لفظ سنا ہو اور اسے ہم تک پہنچایا۔ اور یہ تمام معلومات ہمیں اپنی روایات اور اسناد کے مطابق پہنچی ہیں۔ اسی طرح ہم نے ان لوگوں کا بھی ذکر کیا جو آپ ؐ کے زمانے میں مسلمان والدین سے پیدا ہوئے۔

پھر تو آپ ؐ نے ان کے لیے دعا کی، یا ان کی طرف دیکھا، اور ان کے حق میں برکت کی دعا دی، اور اسی طرح ان افراد کا بھی ذکر ہے، جو آپ ؐ پر ایمان رکھتے تھے اور اپنی زکوٰۃ وصدقہ آپ ؐ کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور آپ ؐ نے اسے قبول کیا۔ اور ان تمام طبقات کے ذکر سے وہ قرن مکمل ہوتا ہے جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا ہے۔

(مقدمہ الاستیعاب 1/24)

2- أسد الغابة فی معرفة الصحابة, للامام ابن أثير الجزري,

امام صاحب نے اپنی اس کتاب کو ابن مندہ، أبونعیم، ابن عبدالبر اور أبوموسی کی کتابوں سے مرتب کیا ہے، اور اس میں کچھ اپنی جانب سے بھی اضافہ کیا ہے، لیکن اس کتاب میں بھی غیر صحابہ کا ذکر موجود ہے، امام صاحب نے متقدمین کی روش پر نقد کیا ہے، وہ فرماتے ہیں۔

وقد ذكر بعض مصنفي معارف الصحابة جماعة ممن كان في زمن النبي صلى الله عليه وسلم ولم يره، ولم يصحبه ساعة من نهار, كالأحنف بن قيس وغيره, ولا شبهة في أن الأحنف كان رجلا في حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يره ودليل أنه كان رجلا في حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم قدومه على عمر بن الخطاب رضى الله عنه في وفد أهل البصرة, وهو رجل من أعيانهم, والقصة مشهورة إلا إنه لم يفد إلى النبي صلى الله عليه وسلم ولم يصحبه, فلا أعلم لم ذكروه وغيره ممن هذه حاله۔ (مقدمہ أسد الغابة)

ترجمہ: ”اور بعض مصنفین معارف الصحابہ نے ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے لیکن انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا، اور نہ ہی دن کی ایک گھڑی بھی

آپ کی صحبت اختیار کی، جیسے احنف بن قیس اور دوسرے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ احنف آپ کی حیات میں موجود تھے لیکن انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بصرہ کے وفد میں آئے، اور وہ ان کے معززین میں سے تھے، اور قصہ مشہور ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں آئے اور نہ ہی آپ کی صحبت اختیار کی، تو مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے ان کا اور ان جیسے دوسروں کا ذکر کیوں کیا۔ (مقدمہ أسد الغابہ)

لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ انہیں الأحنف بن قیس کا تذکرہ ابن عبد البر، أبو نعیم اور ابن مندہ کی پیروی میں 51 نمبر پر مذکور ہے۔

3- الإصابة فی تمییز الصحابہ للحافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ ابن حجر نے چالیس سال میں اس کتاب کو تألیف کیا ہے، انہوں نے اس کتاب کو اتنی محنت اور عرق ریزی سے جمع کیا ہے کہ اس کتاب کے بعد اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا جاسکا، لیکن اس کتاب میں بھی غیر صحابہ کا ذکر موجود ہے، حافظ نے اصابہ میں چار طبقات کا تذکرہ کیا ہے، جن میں سے تیسرے طبقے میں ان مخضرمین کا ذکر ہے، جن کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقاء ثابت نہیں، اور چوتھے طبقے میں حافظ جی نے متقدمین کی غلطی کی تصحیح کے لیے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے، جن کا ذکر بطور صحابہ کے متقدمین کے یہاں ہو گیا تھا، لیکن حقیقت میں وہ صحابہ میں سے نہیں ہیں، ظاہر ہے تیسرے اور چوتھے طبقے کے لوگ صحابہ نہیں ہیں، اس لیے محض کسی کتاب کی فہرست میں کسی کا ذکر آنے سے وہ صحابی نہیں ہوسکتا ہے، اب تینوں کتابوں کی فہرست پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

باب عبد اللہ

-(١٤٦٨) عبد الله بن أبی بن خلف القرشي الجمحي،

-(١٤٦٩) عبد الله بن الأرقم بن عبد يغوث بن وهب بن عبد مناف بن زهرة ابن كلاب القرشي الزهري،

-(١٤٧٠) عبد الله بن الأسود السدوسي، قال قتادة:

-(١٤٧١) عبد الله بن الأعور.

-(١٤٧٢) عبد الله بن أقرم بن زيد الخزاعي،

-(١٤٧٣) عبد الله بن أبى أمامة أسعد بن زرارة الأنصاري.

-(١٤٧٤) عبد الله بن أبى أمية بن المغيرة بن عبد الله بن عمرو بن مخزوم،

-(١٤٧٥) عبد الله بن أبى أمية بن وهب،

-(١٤٧٦) عبد الله بن أنس،

-(١٤٧٨) عبد الله بن أبى أوفى الأسلمي،

-(١٤٧٩) عبد الله ابن بحينه

-(١٤٨٠) عبد الله بن بدر الجهني،

-(١٤٨١) عبد الله بن بديل بن ورقاء بن عبد العزى بن ربيعة الخزاعي،

-(١٤٨٢) عبد الله بن بسر المازني،

-(١٤٨٣) عبد الله بن بسر النصرى،

(الاستيعاب)

-٢٨٠٦- عبد الأعلى بن عدي

-٢٨٠٧- عبد الله بن أبي بن خلف

-٢٨٠٨- عبد الله بن أبي أحمد بن جحش

-٢٨٠٩- عبد الله بن الأخرم

-٢٨١٠- عبد الله بن الأدرع

-٢٨١١- عبد الله بن الأرقم

-٢٨١٢- عبد الله بن إسحاق

-٢٨١٣- عبد الله بن أسعد

-٢٨١٤- عبد الله بن الأسقع

-٢٨١٥- عبدالله بن الأسود السدوسي

-٢٨١٦- عبدالله بن الأسود المزني

-٢٨١٧- عبدالله بن أصرم

-٢٨١٨- عبدالله بن الأعور

-٢٨١٩- عبدالله بن أقرم

-٢٨٢٠- عبدالله بن أبي أمية بن المغيرة

-٢٨٢١- عبدالله بن أبي أمية بن وهب

-٢٨٢٢- عبدالله بن أنس

-٢٨٢٣- عبدالله بن أنيس

-٢٨٢٤- عبدالله بن أينس الجهني

-٢٨٢٥- عبدالله بن أنيس الزهري

-٢٨٢٦- عبدالله بن أنيس

-٢٨٢٧- عبدالله بن أنيس العامري

-٢٨٢٨- عبدالله بن أوس بن قيظي

-٢٨٢٩- عبداللن بن أوس بن وقش

-٢٨٣٠- عبدالله بن أبي أوفى

-٢٨٣١- عبدالله ابن بحينة

-٢٨٣٢- عبدالله بن بدر

(أسد الغابہ ذکر من اسمہ عبداللہ)

-٤٥٣٧- عبدالله بن أبي

-٤٥٣٨- عبدالله بن أبي

-٤٥٣٩- عبدالله بن أحق:

-٤٥٤٠ عبد الله بن الأخرم

-٤٥٤١ عبد الله بن الأدرع:

-٤٥٤٢ عبد الله بن إدريس الخولاني:

-٤٥٤٣ عبد الله بن الأرقم

-٤٥٤٤ عبد الله بن أريقط

-٤٥٤٥ عبد الله بن إسحاق الأعرج

-٤٥٤٦ عبد الله بن أسعد

(الاِصابہ)

کسی کو عبداللہ بن اُبَی سے شبہ نہ ہو اس لیے ان کا ترجمہ بھی نقل کیا جاتا ہے۔

-٤٥٣٧ عبد الله بن أبي بن خلف القرشي الجمحي. قال أبو عمر: أسلم يوم الفتح، وقتل يوم الجمل.

ترجمہ: ’’عبداللہ بن ابی بن خلف قریشی جمحی۔ ابوعمر نے کہا: کہ وہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے، اور جمل کی لڑائی میں مارے گئے۔‘‘

-٤٥٣٨ عبد الله بن أبى بن قيس بن زيد بن سواد الأنصاري، أبو أبي بن أم حرام، مشهور بكنيته. وقيل: اسمه عبد الله بن عمرو. وقيل عمرو بن عبد الله. وقيل غير ذلك. يأتي في الكنى.

ترجمہ: ’’عبداللہ بن ابی بن قیس بن زید بن سواد انصاری، ابوابی بن ام حرام، کنیت سے مشہور ہیں۔ اور کہا گیا: ان کا نام عبداللہ بن عمرو ہے۔ اور کہا گیا عمرو بن عبداللہ ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی کہا گیا۔ کنیت کے بیان میں اس کا تذکرہ آئے گا۔‘‘

(الاِصابہ)

اَصل معاملہ یہ ہے کہ مولانا سلمان کی اس موضوع (مثالب صحابہ) کی کوئی بھی تحریر و

تقریر دروغ گوئی اور جھوٹ سے خالی نہیں ہوتی، بس مولانا صاحب نے یہاں پر اپنی کذب بیانی کے جوہر دکھلائے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر نے یہاں عبد اللہ بن اُبی رأس المنافقین کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا ہے جو کہ جلیل القدر صحابی ہیں، ان کے ترجمے کے ضمن میں منافقوں کے سردار کا بھی تذکرہ آیا ہے لیکن مولانا صاحب نے اصل موضوع کو نظر انداز کر کے ان کے والد عبداللہ بن ابی کے ضمنی ذکر کو اصل محل بحث قرار دے دیا، حالانکہ یہ طرز استدلال علمی دیانت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

عبداللہ بن عبداللہ بن أبي کا مکمل تذکرہ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

١٥٩٠- عبد الله بن عبد الله بن أبي ابن سلول الإنصاري۔ من بني عوف ابن الخزرج. وسلول امرأة من خزاعة هى أم أبي بن مالك بن الحارث ابن عبيد بن سالم بن غنم بن عمرو بن الخزرج. وسالم بن غنم يعرف بالحبلى، لعظم بطنه، ولبني الحبلى شرف في الأنصار، وكان اسمه الحباب، فسماه رسول الله صلى الله عليه وسلم عبد الله، وكان أبوه عبد الله بن أبى ابن سلول يكنى أبا الحباب، بابنه الحباب، وكان رأس المنافقين، وممن تولى كبر الإفك في عائشة، وابنه عبد الله هذا من فضلاء الصحابة وخيارهم، شهد بدرا وأحدا والمشاهد كلها مع رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وكان أبوه عبد الله بن أبي من أشراف الخزرج، وكانت الخزرج قد اجتمعت على أن يتوجوه، ويسندوا أمرهم إليه قبل مبعث النبي صلى الله عليه وسلم، فلما جاء الله بالإسلام نفس على رسول الله صلى الله عليه وسلم النبوة، وأخذته العزة، فلم يخلص الإسلام، وأضمر النفاق حسدا وبغيا، وهو الذي قال في غزوة تبوك : لئن رجعنا إلى المدينة ليخرجن الأعز منها الأذل. ٦٣: ٨ فقال ابنه لرسول الله صلى الله عليه وسلم: هو الذليل يا رسول الله، وأنت العزيز، وقال لرسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أذنت لي في

قتله قتلته، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يتحدث الناس أنه يقتل أصحابه، ولكن بر أباك وأحسن صحبته. فلما مات سأله ابنه الصلاة عليه، فنزلت تصل على أحد منهم مات أبدا، ولا تقم على قبره إنهم كفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون « . ۹: ۸٤ وسأله أن يكسوه قميصه يكفن فيه، لعله يخفف عنه، ففعل.

حدثنا عبد الوارث، حدثنا قاسم، حدثنا الخشني، حدثنا محمد بن بشار، حدثنا يحيى بن سعيد، حدثنا عبد الله بن عمر، عن نافع، عن ابن عمر، قال: جاء عبد الله بن عبد الله بن أبي إلى النبي صلى الله عليه وسلم حين مات أبوه، فقال:

أعطني قميصك أكفنه فيه، وصل عليه، واستغفر له، فأعطاه قميصه، وقال: إذا فرغتم فآذنوني، فلما أراد أن يصلي عليه جذبه عمر، وقال: أليس قد نهى الله أن تصلي على المنافقين. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أنا بين خيرتين:

استغفر لهم أو لا تستغفر لهم. ۹: ۸۰ فصلى عليه، فأنزل الله عز وجل: ولا تصل على أحد منهم... ۹: ۸٤ الآية. فترك الصلاة عليهم.

قال أبو عمر: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يثني على عبد الله ابن عبد الله بن أبي هذا، واستشهد عبد الله بن أبي يوم اليمامة في خلافة أبي بكر رضى الله عنهما سنة اثنتي عشرة. وروت عنه عائشة رضى الله عنهما.

(الاستيعاب فی معرفة الأصحاب 940_943\3)

ترجمہ: عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول انصاری کا تعلق بنی عوف بن خزرج سے ہے۔ اورسلول خزاعہ کی ایک عورت ہے جو ابی بن مالک بن حارث بن عبید بن سالم بن غنم بن عمرو بن خزرج کی ماں ہے۔ اور سالم بن غنم کو حبلی کہا جاتا ہے، ان کے پیٹ کی بڑائی کی وجہ سے، اور بنی حبلی کو انصار میں شرف حاصل ہے، اور ان کا نام حباب تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عبداللہ نام دیا، اور ان کا باپ عبداللہ بن ابی بن سلول ابوالحباب کہلاتا تھا، اپنے بیٹے حباب کی وجہ سے، اور وہ منافقین کا سرغنہ تھا، اور

ان میں سے تھا جنہوں نے حضرت عائشہؓ پر افترا میں بڑا کردار ادا کیا، اور اس کے بیٹے عبداللہ یہ صحابۂ فضلاء اور بہترین لوگوں میں سے تھے، بدر، احد اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے، اور ان کا باپ عبداللہ بن ابی خزرج کے اشراف میں سے تھا، اور خزرج نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جمع ہو کر اسے تاج پہنانے اور اپنے اموراس کے سپرد کرنے کا فیصلہ کیا تھا، تو جب اللہ نے اسلام کو ظاہر کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے نوازا، اور اسے عزت حاصل ہوئی، تو عبداللہ بن ابی خالص اسلام نہ لایا، اور حسد اور بغض کی وجہ سے نفاق چھپایا، اور وہی ہے جس نے غزوہ تبوک میں کہا: ضرور نکال دے گا عزت والا اس سے ذلیل کو۔(8:63) تو اس کے بیٹے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: وہ ذلیل ہے یا رسول اللہ، اور آپ عزت والے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے قتل کر دوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں، لیکن اپنے باپ کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو اور اچھا برتاؤ کرو۔ جب اس کا انتقال ہوا تو بیٹے نے نماز پڑھنے کی درخواست کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ان منافقین میں سے کسی کی موت ہو جائے تو آپ اس پر کبھی بھی نماز نہ پڑھیں، اور نا اس کی قبر پر کھڑے ہوں، بیشک ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ کفر ہی کی حالت میں ہی مرے ہیں۔(44:9) اور انہوں نے درخواست کی کہ آپ اپنا قمیص دے دیں تاکہ اسے کفن میں استعمال کرے، شاید اس سے اس پر تخفیف ہو، تو آپ نے ایسا ہی کیا۔

ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، ان سے قاسم نے بیان کیا، ان سے خشنی نے بیان کیا، ان سے محمد بن بشار نے بیان کیا، ان سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن عمر نے بیان کیا، ان سے نافع نے، ان سے ابن عمر نے، کہا: عبداللہ بن عبداللہ بن ابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جب ان کا باپ مرا، تو کہا: ”مجھے اپنا قمیص دے دیں کہ میں اسے کفن

میں استعمال کروں، اور اس پر نماز پڑھیں، اور اس کے لیے مغفرت کی دعا کریں، تو آپ نے اسے قمیص دیا، اور فرمایا: جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دو، تو جب آپ نے اس پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو عمرؓ نے پکڑا، اور کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مجھے اختیار دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو یا نہ کرو۔(44:9) تو آپ نے اس پر نماز پڑھائی، تو اللہ عزوجل نے نازل کیا: اور نہ تو ان میں سے کسی پر نماز پڑھ...(44:9) آیت۔ اس کے بعد آپؐ نے ان پر نماز چھوڑ دی۔

ابو عمر نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی کی تعریف کرتے تھے، اور عبد اللہ بن ابی جنگ یمامہ کے دن ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بارہ ہجری میں شہید ہوئے، اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے روایت کی۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 940-943/3)

خلاصہ یہ ہے ان کتابوں میں کسی کا نام آنے سے اس کا صحابی ہونا لازم نہیں آتا، اور عبد اللہ بن اُبی رئیس المنافقین کا تذکرہ بھی کتابوں میں اصالتاً نہیں بلکہ ضمناً وتبعاً آیا ہے۔

صحابۂ کرام پر نفاق کی تہمت عائد کرنے کے سلسلے میں معترض محترم کی ایک اہم دلیل مسلم شریف کی درج ذیل روایت بھی ہے جسے وہ اپنے موقف کے ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں:

قال الإمام مسلم حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ الصَّفَّارُ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الْعَزِيزِ بْنَ صُهَيْبٍ يُحَدِّثُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ الْحَوْضَ رِجَالٌ مِمَّنْ صَاحَبَنِي، حَتَّى إِذَا رَأَيْتُهُمْ وَرُفِعُوا إِلَيَّ اخْتُلِجُوا دُونِي، فَلَأَقُولَنَّ: أَيْ رَبِّ، أُصَيْحَابِي أُصَيْحَابِي. فَلَيُقَالَنَّ لِي: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ". (مسلم 2304)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے حوض پر میرے کچھ ساتھی آئیں گے، یہاں تک کہ جب میں انہیں دیکھوں گا اور وہ مجھے پیش کیے جائیں گے تو وہ میرے پاس سے کھینچ لیے جائیں گے، تو میں کہوں گا: اے رب، میرے اصحاب، میرے اصحاب۔ تو مجھ سے کہا جائے گا: تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا کیا ایجاد کیا۔'' (مسلم 2304)

اس حدیث سے معترض کا استدلال بالکل واضح ہے کہ جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی اور جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا صحابی قرار دیں گے، ان کو بھی حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے گا، اس لئے محض صحابی ہونا کافی نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کے اعمال کیسے تھے، یہ دیکھا جائے گا، محض صحابی کہہ کر اسے تقدس کی چادر سے نہیں لپیٹا جا سکتا۔

حوض کوثر کی احادیث کو بعض صحابۂ کرام پر منطبق کرنا دراصل روافض کا پرانا طرزِ استدلال ہے چنانچہ قدیم روافض نے اس حدیث میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بھی شامل کیا ہے، جب کہ جدید روافض اس حدیث کا مصداق حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما وغیرہم کو قرار دیتے ہیں۔

جواب: جس طرح مفسرین کے نزدیک ''**القرآن یفسر بعضه بعضا**'' ایک مسلمہ اور بنیادی اصول ہے یعنی قرآن کریم کی بعض آیات دوسری آیات کی تفسیر و توضیح کرتی ہیں، اسی طرح محدثین کے نزدیک ایک حدیث سے دوسرے حدیث کی تشریح و توضیح کرنا بھی نہایت معتبر و مستند سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ حدیث کا صحیح مفہوم متعین کرنے کے لئے متعلقہ روایات کو بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اسی اصول کی وضاحت کے لئے چند احادیث اور ائمہ حدیث و محدثین کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں تا کہ معترض کا اعتراض رفع ہو جائے اور حدیث کا صحیح محل و مفہوم واضح ہو جائے۔

أصيحابي سے کون لوگ مراد ہیں؟

قال الإمام البخاری حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلَى اللَّهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا". ثُمَّ قَالَ: {كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ}. إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، ثُمَّ قَالَ: "أَلَا وَإِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ، أَلَا وَإِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي، فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي. فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ. فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: {وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ}. فَيُقَالُ: إِنَّ هَؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ۔ (بخاری 4625)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، تو فرمایا: ”اے لوگو، تم اللہ کی طرف ننگے پاؤں، برہنہ، غیر مختون جمع کیے جاؤ گے“۔ پھر فرمایا: {جیسا کہ ہم نے پہلی بار پیدا کیا، ہم اسے لوٹائیں گے، یہ ہم پر وعدہ ہے، ہم ضرور کرنے والے ہیں}۔ پھر فرمایا: ”خبردار، قیامت کے دن مخلوق میں سب سے پہلے جن کو لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم ہیں، خبردار، میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا، تو انہیں بائیں طرف لے جایا جائے گا، تو میں کہوں گا: اے رب، میرے اصحاب۔ تو کہا جائے گا: تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا ایجاد کیا۔ تو میں کہوں گا جیسا کہ نیک بندہ کہتا ہے: {اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں تھا، جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ان پر نگاہ رکھنے والا تھا}۔ تو کہا جائے گا: یہ لوگ جب سے تم سے جدا ہوئے تو مرتد ہو گئے تھے“۔ (بخاری 4625)

معلوم ہوا کہ روایت میں مذکور ”اصیحابی“ سے مراد وہ وفادار صحابہ کرام نہیں ہیں جو ایمان پر قائم رہے بلکہ وہ لوگ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں:

و هذه الرواية تؤيد قول من قال هناك المراد به الذين ارتدوا عن الإسلام (شرح النووي)

''اور یہ روایت اس قول کی تائید کرتی ہے جس نے کہا کہ وہاں مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام سے مرتد ہوگئے۔''(شرح النووی)

اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ حوض کوثر والی حدیث میں مذکور ''اصیحابی'' سے مراد مرتدین ہیں نہ کہ وہ صحابۂ کرام جو ایمان پر ثابت قدم رہے اور اسی حالت میں وفات پائی، تو یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ انہیں اعتبار ما کان یعنی سابقہ احوال کے اعتبار سے صحابی کہا گیا ہے، ورنہ وہ اصطلاحی صحابی نہیں ہیں، کیوں کہ اصطلاحی صحابی ہونے کے لیے شرط ہے کہ اس کا انتقال ایمان پر ہوا ہو۔ لہٰذا معترض محترم کا حوض کوثر والی روایت سے صحابہ پر نفاق کی تہمت لگانا اور اس کے لئے اس سے استدلال کرنا کسی بھی اعتبار سے درست نہیں۔

دوسری بات یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو لوگ مرتد ہوگئے تھے وہ مختصر سی تعداد تھی، چنانچہ درج ذیل روایات پر غور کرنے سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آتی ہے۔

الف عن أبی هريرة مرفوعاً - يَرِدُ عَلَيَّ يَوْمَ القِيامَةِ رَهْطٌ مِن أَصْحابِي، فيُحَلَّؤُونَ عَنِ الحَوْضِ، فأقُولُ: يا رَبِّ، أَصْحابِي! فيَقولُ: إنَّكَ لا عِلْمَ لَكَ بما أَحْدَثُوا بَعْدَكَ، إنَّهُمُ ارْتَدُّوا على أدْبارِهِمُ القَهْقَرى. (البخاري (٦٥٨٥) • [معلق]

ترجمہ: الف: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: ''قیامت کے دن میرے پاس میرے صحابہ میں سے ایک چھوٹی جماعت آئے گی، تو وہ حوض سے ہٹا دیے جائیں گے، تو میں کہوں گا: اے رب، میرے صحابی! تو کہا جائے گا: تمہیں علم نہیں کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا ایجاد کیا؛ وہ اپنی پشتوں پر الٹے پھر گئے''۔ (بخاری 6585، معلق)

اس حدیث میں رھط کا لفظ استعمال ہوا ہے، اور لغت میں رھط کا اطلاق تین سے دس تک ہوتا ہے۔ (الرھط عدد تجمع من ثلاثۃ إلی عشرۃ، لسان العرب)

ب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَيْنَا أَنَا قَائِمٌ، إِذَا زُمْرَةٌ، حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمْ، خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ، فَقَالَ: هَلُمَّ. فَقُلْتُ: أَيْنَ؟ قَالَ: إِلَى النَّارِ

وَ اللهِ. قُلْتُ : وَمَا شَأْنُهُمْ ؟ قَالَ : إِنَّهُمُ ارْتَدُّوا بَعْدَكَ عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى، ثُمَّ إِذَا زُمْرَةٌ، حَتَّى إِذَا عَرَفْتُهُمْ، خَرَجَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِي وَبَيْنِهِمْ، فَقَالَ : هَلُمَّ. قُلْتُ : أَيْنَ ؟ قَالَ : إِلَى النَّارِ وَاللهِ. قُلْتُ : مَا شَأْنُهُمْ ؟ قَالَ : إِنَّهُمُ ارْتَدُّوا بَعْدَكَ عَلَى أَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرَى. فَلَا أُرَاهُ يَخْلُصُ مِنْهُمْ إِلَّا مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ (رواه البخاري، 6587)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں حوض پر کھڑا ہوں گا؛ کہ ایک جماعت سامنے آئے گی یہاں تک کہ جب میں انہیں پہچان لوں، تو میرے اور ان کے درمیان ایک آدمی (فرشتہ) نکلے گا، اور کہے گا: آؤ۔ تو میں کہوں گا: کہاں؟ وہ کہے گا: اللہ کی قسم، آگ کی طرف۔ میں کہوں گا: ان کا کیا معاملہ ہے؟ وہ کہے گا: وہ تمہارے بعد اپنی پشتوں پر الٹے پھر گئے، پھر ایک اور جماعت سامنے آئے گی یہاں تک کہ جب میں انہیں پہچان لوں، تو میرے اور ان کے درمیان ایک آدمی نکلے گا، اور کہے گا: آؤ۔ میں کہوں گا: کہاں؟ وہ کہے گا: اللہ کی قسم، آگ کی طرف۔ میں کہوں گا: ان کا کیا معاملہ ہے؟ وہ کہے گا: وہ آپ کے بعد الٹے پاؤں پھر گئے تھے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ان میں سے بچنے والے بہت کم ہوں گے''۔

(بخاری 6587)

حافظ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قوله: (فلا أراه يخلص منهم إلا مثل همل النعم) يعني: من هؤلاء الذين دنوا من الحوض، وكادوا يردونه فصدوا عنه، و "الهمل" - بفتحتين - الإبل بلا راع، وقال الخطابي: الهمل: ما لا يرعى ولا يستعمل، ويطلق على الضوال، والمعنى: أنه لا يرده منهم إلا القليل؛ لأن الهمل في الإبل قليل بالنسبة لغيره،

ترجمہ: آپ کا قول: (تو میں سمجھتا ہوں کہ ان میں سے بچنے والے صرف اونٹوں کی بکھری ہوئی بھیڑوں جیسے ہوں گے) یعنی: ان لوگوں میں سے جو حوض کے قریب آئے، اور اس کے قریب پہنچنے والے تھے تو روک دیے گئے، اور ''ہمل'' - دو فتحوں کے ساتھ - وہ اونٹ

جو بغیر چرواہے کے ہوں، اور خطابی نے کہا: ہَمَل: وہ اونٹ جو نہ چرایا جائے اور نہ استعمال کیا جائے، اور یہ ضائع ہونے والوں پر بھی بولا جاتا ہے، اور معنی یہ ہے کہ ان میں سے حوض پر پہنچنے والے صرف تھوڑے ہوں گے؛ کیونکہ اونٹوں میں ہَمَل دوسروں کے مقابلے میں کم ہوتے ہیں۔)

اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ارتداد کا شکار ہونے والے افراد کی تعداد قلیل اور مختصر ہوگی۔

ج عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”لَأَذُودَنَّ عَنْ حَوْضِي رِجَالًا، كَمَا تُذَادُ الْغَرِيبَةُ مِنَ الْإِبِلِ۔“

ترجمہ: ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں اپنے حوض سے لوگوں کو اس طرح ہٹاؤں گا جیسے اجنبی اونٹنی کو اونٹوں سے ہٹایا جاتا ہے“۔

د قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أنا فَرَطُكم على الحوضِ وسأُنازَع رجالًا فأُغلبُ عليهم فلأقولنَّ: ربِّ أُصَيْحابي أُصَيْحابي فليُقالنَّ لي: إنك لا تدري ما أحدَثوا بعدَك۔ (بخاری 6576)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا، اور مجھے کچھ لوگوں پر تنازعہ ہوگا تو میں ان پر مغلوب کر دیا جاؤں گا، تو میں ضرور کہوں گا: رب، میرے چھوٹے ساتھی، میرے چھوٹے ساتھی۔ تو مجھ سے ضرور کہا جائے گا: تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے بعد انہوں نے کیا ایجاد کیا“۔ (بخاری 6576)

امام خطابی فرماتے ہیں:

فيه إشارة إلى قلة عدد من وقع لهم ذلك (اعلام السنن)

ترجمہ: اس روایت میں ان لوگوں کی تعداد کی قلت کی طرف اشارہ ہے جن کے ساتھ یہ معاملہ پیش آئے گا۔ لہٰذا یہ واقعہ چند مخصوص مرتد افراد سے متعلق ہے نہ کہ صحابہ کرام سے۔

3- حضرت ابو بکرؓ کے دور میں جو ارتداد کے واقعات پیش آئے، ان میں صحابۂ کرام کی تعداد بہت قلیل تھی۔ عام الوفود کے زمانے میں بہت سے دیہاتی اور بدوی قبائل اسلام لائے تھے لیکن ان میں سے جن کو طویل صحبت نبوی کا موقع حاصل نہیں ہوا تھا بعد میں انہی قبائل کے بعض افراد ارتداد کا شکار ہوئے۔ یہ حقیقت احوالِ صحابہ کے تتبع اور تاریخی واقعات کے مطالعے سے معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ امام خطابی فرماتے ہیں:

و إنما وقع لبعض جفاة العرب ولم يقع من أحد الصحابة المشهورين (كذا في الفتح)

''اور یہ (ارتداد کا واقعہ) صرف بعض بدوی اور گنوار عربوں کے ساتھ پیش آیا تھا جبکہ مشہور صحابہ میں سے کوئی بھی اس فتنے کا شکار نہیں ہوا (جیسا کہ الفتح میں ہے)''

خلاصہ کلام یہ کہ حوض سے جن لوگوں کو کھدیڑا جائے گا وہ مرتدین کی جماعت ہوگی، جو بہت مختصر ہوگی، ان پر صحابہ کا اِطلاق سابقہ احوال کے اعتبار سے کیا گیا ہے، ورنہ وہ اصطلاحی صحابہ نہیں ہیں کیوں کہ اصطلاحی صحابہ ہونے کے لئے ایمان پر وفات پانا شرط ہے۔ مزید برآں ارتداد کا یہ فتنہ بعض بدوؤں کے ساتھ پیش آیا تھا، مشہور صحابہ میں سے کوئی بھی مرتد نہیں ہوا، اس لیے حدیثِ حوضِ کوثر کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر چسپاں کرنا درست نہیں ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام، ایمان اور صحابیت کو نہ صرف بلا تردد قبول کیا گیا ہے بلکہ ان کے ایمان اور شرف صحابیت پر اہل علم مشفق ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

إيمان ''معاويه بن أبي سفيان'' - رضى الله عنه - ثابت بالنقل المتواتر وإجماع أهل العلم على ذلك۔ (مجموع الفتاوى 4/453)

''معاویہ بن ابی سفیان'' رضی اللہ عنہ کا ایمان متواتر نقل اور اہل علم کے اجماع سے ثابت ہے۔ (مجموع الفتاویٰ 4/453)

آپ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

وقد اتفق المسلمون على أن إسلام معاويه خير من إسلام أبيه أبي سفيان، فكيف يكون هؤلاء منافقين والنبي صلى الله عليه وسلم يأتمنهم على أحوال المسلمين في العلم والعمل وقد علم أن معاوية وعمرو بن العاص وغيرهما كان بينهم من الفتن ما كان، ولم يتهمهم أحد من أوليائهم، لا محاربوهم، ولا غير محاربيهم: بالكذب على النبي صلى الله عليه وسلم بل جميع علماء الصحابة والتابعين بعدهم متفقون على أن هؤلاء صادقون على رسول الله، مأمونون عليه في الرواية عنه، والمنافق غير مأمون على النبي صلى الله عليه وسلم بل هو كاذب عليه، مكذب له. (مجموع الفتاوى 35/66)

ترجمہ: اور مسلمانوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ معاویہؓ کا اسلام ان کے والد ابوسفیان کے اسلام سے بہتر ہے، تو کیسے یہ لوگ منافق ہو سکتے ہیں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسلمانوں کے احوال پر علم وعمل کے حوالے سے امین مانتے تھے۔ حالانکہ یہ بات معلوم ہے کہ معاویہ اور عمرو بن العاص اور دوسروں کے درمیان جو فتنے ہوئے، اس کے باوجود ان کے حمایتیوں نے، نہ ان سے جنگ کرنے والوں (مخالفین) نے اور نہ ہی غیر جانبدار رہنے والوں نے ان پر کبھی نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا۔ بلکہ تمام صحابہ اور بعد کے تابعین علماء اس بات پر متفق ہیں کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے میں سچے (قابل اعتماد)، امانت دار ہیں، جبکہ منافق نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر امانت دار نہیں ہوتا بلکہ وہ اس پر جھوٹ بولنے والا ہے، اس کی تکذیب کرنے والا ہوتا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ 35/ 66)

امام ابن تیمیہ کی مذکورہ بالا عبارت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن العاص اور دیگر صحابہ کرام کے ایمان، اسلام اور عدالت کے بارے میں اہل سنت کا موقف نہایت واضح اور دوٹوک ہے۔ لہٰذا ان پر نفاق یا سوءِ ایمان کا الزام عائد کرنا اہل علم کے مسلمہ اصولوں کے خلاف ہے۔

معترض صاحب نے بزعم خود اپنے دعوے کے ثبوت میں قرآن وسنت سے دلائل کے انبار لگا دیے ہیں، اس کے بعد بڑے طمطراق سے فرماتے ہیں:

”اب اس کے بعد وہ ملا و مولوی مفتی و قاضی جو ایک جھوٹ بول رہے ہیں کہ تمام صحابہ مقدس ہیں، اور تمام صحابہ عادل ہیں، وہ قرآن میں تحریف کر رہے ہیں، وہ حدیثوں کو جھٹلا رہے ہیں، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں، وہ منکرین حدیث ہیں، قرآن کی آیت کی روشنی میں ان پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت، نبیوں کی لعنت اور تمام ایمان والوں کی لعنت ہے۔“

جواب۔ تمام صحابہ عادل ہیں، یہ تو اہل سنت کا اجماعی اور اتفاقی معاملہ ہے، باقی معترض صاحب کو اس پر اطمینان نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ ان کی جگہ بھی اہلسنت میں نہیں ہے، بلکہ اس کے بعد اب ان کے لئے اپنے قبیلے یعنی روافض و اہل تشیع کے عقائد کے مطابق صحابۂ کرام پر طعن و تشنیع اور تبرا کرنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ قرآن واحادیث اور ائمہ امت کی تصریحات ان کے موقف کی تائید نہیں کرتیں۔

چنانچہ ائمہ اہل سنت نے عدالت صحابہ کے اثبات میں جو تصریحات کی ہیں، وہ پیش کی جاتی ہیں:

تمام صحابہ عادل ہیں

1- حافظ ابن حجر عسقلانی

وقال ابن حجر: ”اتفق أهل السنة على أن الجميع عدول ولم يخالف في ذلك إلا شذوذ من المبتدعة۔

(مقدمہ الإصابة 1/17)

”علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: اہل سنت نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اور اس سلسلہ میں صرف کچھ بدعتیوں نے مخالفت کی ہے۔“

(مقدمہ الإصابہ 17/1)

2- امام نووی

قال النووي في التقريب الذي شرحه السيوطي في تدريب الراوي: ”الصحابة كلهم عدول من لابس الفتن وغيرهم بإجماع من يعتدِ به۔“ وقال النووي في شرحه على مسلم (١٥/١٤٩) : (ولهذا اتفق أهل الحق ومن يعتد به في الإجماع على قبول شهاداتهم ورواياتهم وكمال عدالتهم، رضى الله عنهم أجمعين).

”علامہ نووی نے تقریب میں کہا، جس کی شرح سیوطی نے تدریب الراوی میں کی: ”صحابہ سب عدل ہیں، بشمول ان کے جو فتنوں میں شریک ہوئے اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ بھی، اس پر معتبر علماء کا اجماع ہے۔“ اور علامہ نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں (15/149): (اور اسی لیے اہل حق اور معتبر علماء نے ان کی شہادتوں اور روایات اور ان کی کامل عدالت پر اتفاق کیا ہے، اللہ ان سب سے راضی ہو۔)

3- امام ابن عبد البر

وقال الإمام ابن عبد البر: قد كفينا البحث عن أحوالهم لإجماع أهل الحق من المسلمين وهم أهل السنة والجماعة على أنهم كلهم عدول (الاستيعاب 1/8)

امام ابن عبد البر فرماتے ہیں ا: ہم ان کے احوال کی تحقیق سے بے نیاز کر دیے گئے، کیوں کہ اہلِ حق مسلمان یعنی اہلِ سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ صحابہ سب کے سب عادل ہیں۔ (الاستیعاب 1/8)

4- امام خطیب بغدادی

وقال الإمام الخطيب: عدالة الصحابة ثابتة معلومة بتعديل الله تعالى لهم، وإخباره عن طهارتهم، واختياره لهم. (الكفاية 46)

ترجمہ: ”امام خطیب فرماتے ہیں: صحابہ کی عدالت اللہ تعالیٰ کے ان کو عدل قرار دینے، ان کی طہارت کی خبر دینے، اور ان کے انتخاب سے ثابت اور معلوم ہے“۔ (الکفایہ 46)

وہ مزید فرماتے ہیں:

وقال: على أنه لو لم يرد من الله عز وجل ورسوله فيهم شيء مما ذكرناه

لأوجبت الحال التي كانوا عليها، من الهجرة، والجهاد، والنصرة، وبذل المهج والأموال، وقتل الآباء والأولاد، والمناصحة في الدين، وقوة الإيمان واليقين - القطع على عدالتهم والاعتقاد لنزاهتهم، وأنهم أفضل من جميع المعدلين والمزكين الذين يجيؤن من بعدهم أبد الآبدين. هذا مذهب كافة العلماء ومن يعتد بقوله من الفقهاء۔ (الكفاية49)

ترجمہ: ”اور یہ بھی فرمایا کہ اگر اللہ عز وجل اور اس کے رسول سے ان کے بارے میں جو ہم نے ذکر کیا کچھ نہ آیا ہوتا تو بھی ان کے وہ صفات جن کے وہ حامل تھے ان کی عدالت ثابت کر دیتے۔یعنی ہجرت، جہاد، نصرت، جانوں اور مالوں کا نذرانہ، دین کی خاطر باپ دادا اور بیٹوں کا قتل، دین میں خیرخواہی، ایمان اور یقین کی قوت اور یہ کہ وہ تعدیل اور تزکیہ کرنے والوں کے عمل سے پرے ہیں، یہ ان تمام علماء اور فقہاء کا مذہب ہے جن کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہے۔“ (الکفایہ49)

5- حافظ سخاوی

وقال العلامة السخاوي في بيان مرتبتهم: وهم رضى الله عنهم باتفاق أهل السنة عدول كلهم مطلقا صغيرهم وكبيرهم لابس الفتنة أم لا وجوبا، لحسن الظن، ونظرا إلى ما تمهد لهم من المآثر، من امتثال أوامره بعده عليه الصلاة والسلام، وفتحهم الأقاليم، وتبليغهم عنه الكتاب والسنة، وهدايتهم الناس، ومواظبتهم على الصلاة والزكاة وأنواع القربات مع الشجاعة والبراعة والكرم والإيثار والأخلاق الحميدة التي لم يكن في أمة من الأمم المتقدمة. (فتح المغيث 3/108)

ترجمہ: ”علامہ سخاوی نے صحابہ کے مقام ومرتبہ کے بارے میں فرمایا: وجوبی طور پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل سنت بہ اتفاق اہل سنت عادل ہیں۔خواہ وہ صغار صحابہ ہوں یا کبار صحابہ، خواہ فتنہ میں ملوث ہوں یا نہ ہوں۔فتنہ میں ملوث نہیں ہیں حسن ظن کی وجہ سے اور اس کی نظر سے جو ان کے لیے آثر تیار کیے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

آپ کے احکام کی اطاعت، علاقوں کی فتح، کتاب اور سنت کی تبلیغ، لوگوں کی ہدایت، نماز اور زکوۃ اور انواع قربات پر مواظبت کے ساتھ شجاعت، براعت، کرم، ایثار اور اخلاق حمیدہ جو سابقہ امتوں میں سے کسی امت میں نہیں تھے''۔

(فتح المغیث 108/3)

6- امام بدرالدین زرکشی

وقال العلامة بدر الدين الزركشي: وقال إمام الحرمين بالإجماع. قال: ولعل السبب فيه أنهم نقلة الشريعة، ولو ثبت وقف في روايتهم لانحصرت الشريعة على عصر الرسول صلى الله عليه وسلم ولما استرسلت سائر الأعصار. وقال إلكيا الطبري: وعليه كافة أصحابنا۔ (البحر المحیط 3/357)

ترجمہ: ''علامہ بدرالدین زرکشی فرماتے ہیں کہ اور امام الحرمین نے اجماعاً فرمایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کی عدالت پر یقین اس لئے ضروری ہے کہ وہ شریعت کے ناقل ہیں، اور اگر ان کی روایت میں توقف ثابت ہو جاتا تو شریعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک محدود ہو جاتی اور باقی اعصار (آگے زمانہ) تک نہ پھیلتی۔ اور الکیا الطبری نے فرماتے ہیں: اور اسی پر ہمارے تمام اصحاب کا اجماع ہے۔''

(البحر المحیط 357/3)

7- علامہ ابن صلاح

قال الإمام ابن الصلاح: ثم إن الأمة مجمعة على تعديل الصحابة، ومن لابس الفتن منهم فكذلك بإجماع العلماء الذين يعتد بهم في الإجماع، إحسانا للظن بهم، ونظرا إلى ماتمهد لهم من المآثر، وكأن الله تعالى أتاح الإجماع على ذلك لكونهم نقله الشريعة۔ (مقدمہ ابن الصلاح)

ترجمہ: ''امام ابن الصلاح فرماتے ہیں: پھر امت نے صحابہ کی عدالت وثقاہت پر اجماع کیا ہے، اور اسی طرح ان میں جو فتنہ کا شکار ہوئے اس پر معتبر علماء کا اجماع ہے، ان کے

تعلق سے حسن ظن اور ان کے قیمتی کارنامے کی وجہ سے، گویا اللہ تعالیٰ نے اس پر اجماع اس لئے مقدر کیا کیوں کہ وہ شریعت کے ناقل ہیں۔" (مقدمہ ابن الصلاح)

8- علامہ ابن کثیر

وقال الإمام ابن كثير: والصحابة كلهم عدول عند أهل السنة والجماعة، كما أثنى الله تعالى عليهم في كتابه العزيز، وبما نطقت به السنة النبوية في المدح لهم في جميع أخلاقهم وأفعالهم، وما بذلوه من الأموال والأرواح بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم رغبة فيما عند الله من الثواب الجزيل والجزاء الجميل۔ (الباعث الحثيث 172)

ترجمہ: امام ابن کثیر فرماتے ہیں: اور صحابہ سب اہل سنت والجماعت کے نزدیک عادل ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی تعریف وتوصیف فرمائی ہے اور اسی طرح سنت نبویہ میں ان کے تمام اخلاق واعمال کی مدح وستائش کی گئی ہے، نیز انہوں نے مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اپنے مال اور جانیں اس عظیم ثواب اور بہترین اجر کی رغبت میں قربان کیں جو اللہ کے پاس ہے۔ (الباعث الحثیث 172)

9- امام قرطبی

قال الإمام القرطبي، فالصحابة كلهم عدول، أولياء الله تعالى وأصفياؤه وخيرته من خلقه بعد أنبيائه ورسله هذا مذهب أهل السنة، والذي عليه الجماعة من أئمة هذا الأمة، وقد ذهبت شرذمة لا مبالاة بهم إلى أن حال الصحابة كحال غيرهم، فيلزم البحث عن عدالتهم، ومنهم من فرق بين حالهم في بداءة الأمر فقال: إنهم كانوا على العدالة إذ ذاك، ثم تغيرت بهم الأحوال فظهرت فيهم الحروب وسفك الدماء، فلا بد من البحث وهذا مردود، فإن خيار الصحابة وفضلاؤهم كعلي وطلحة والزبير وغيرهم ممن أثنى الله عليهم وزكاهم ورضى عنهم وأرضاهم ووعدهم بالجنة، فقال: (مغفرة وأجرا عظيما) وخاصة العشرة المقطوع لهم بالجنة بإخبار الرسول صلى الله عليه وسلم، وهم القدوة مع علمهم بكثير من الفتن

والأمور الجارية عليهم بعد نبيهم بإخبارهم لهم بذلك وذلك غير مسقط من مرتبتهم وفضلهم، إذ كانت تلك الأمور مبنية على الاجتهاد، وكل مجتهد مصيب

(الجامع الأحكام القرآن 16/254)

ترجمہ: ''امام قرطبی فرماتے ہیں: صحابہ سب عادل ہیں، اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور اس کے برگزیدہ بندے ہیں، اور انبیاء اور رسولوں کے بعد اس کی مخلوق میں سب سے پسندیدہ ہیں، یہی اہل سنت کا مذہب ہے، اور اسی پر ائمہ کی بڑی جماعت ہے، اور ایک چھوٹی جماعت جن کا کوئی اعتبار نہیں ان کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ کی حالت دوسروں کی حالت جیسی ہے، تو ان کی عدالت کی تحقیق لازم ہے، اور ان میں سے بعض نے ان کی ابتدائی حالت میں فرق کیا ہے اور کہا ہے: وہ پہلے عدالت پر تھے، پھر ان کی حالتیں بدلیں تو ان میں جنگیں اور خونریزی ظاہر ہوئی، تو تحقیق لازم ہے لیکن یہ مذہب مردود ہے، کیونکہ حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور دیگر جن کی اللہ نے تعریف فرمائی ان کو پاک قرار دیا، ان سے راضی ہوا اور انہیں راضی کیا اور ان سے جنت کا وعدہ فرمایا، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ان کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے، خصوصاً وہ صحابہ کرام جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود جنت کی بشارت دی، یہی حضرات امت کے لئے نمونہ اور رہنما ہیں، باوجود کہ انہیں اپنے نبی کے بعد آنے والے فتنوں اور پیش آنے والے حالات کے بارے میں پہلے ہی آگاہی تھی، پھر بھی ان واقعات کا پیش آنا ان کے مرتبہ اور فضیلت میں کوئی کمی نہیں لاتا، کیوں کہ یہ سب امور اجتہاد پر مبنی تھے اور ہر مجتہد اپنے اجتہاد میں درست وصحیح ہوتا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن 254/16)

10- علامہ ابن تیمیہ

قال ابن تيمية ولكن أهل السنة متفقون على عدالة الصحابة.

(مجموع الفتاوی 35/54)

ترجمہ: ''ابن تیمیہ کا قول ہے: لیکن اہل سنت صحابہ کی عدالت پر متفق ہیں۔''

(مجموع الفتاوی 54/35)

11- امام ابن حبان

قال ابن حبان، لأن أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم كلهم عدول ثقات۔
(صحيح ابن حبان 6/491)

ترجمہ: ابن حبان فرماتے ہیں: کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سب عادل اور ثقہ ہیں۔
(صحیح ابن حبان 6/491)

12- علامہ ابن حزم

قال العلامة ابن حزم كلهم عدول فاضل من أهل الجنة۔
(الاحكام فی اصول الأحكام 5/90)

ترجمہ: ”علامہ ابن حزم فرماتے ہیں: وہ سب عادل ہیں جنت والوں میں فضیلت رکھتے ہیں۔“
(الإحکام فی اصول الأحکام 5/90)

13- امام الحرمین امام جوینی

حکی الإجماع على عدالتهم إمام الحرمين، على أنا نقول: ما ذكرتموه مدفوع بالإجماع فإن الأمة مجمعة على أنه لا يسوغ الامتناع عن تعديل جميع أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وما ذكره هذا السائل يوجب التوقف في تعديل كل نفر من الذين لابسوا الفتن وخاضوا المحن ومتضمن هذا الانكفاف عن الرواية عنهم وهذا باطل من دين الأمة وإجماع العلماء فانتهض الإجماع على. بطلان هذا [الطرف] حجة باتة على بناء الأمر على تحسين الظن وردهم إلى ماتمهد لهم من المآثر بالسبيل السابقة وهذا من نفائس الكلام. (البرهان 1/242)

ترجمہ: امام الحرمین نے ان کی عدالت پر اجماع نقل کیا، ہم کہتے ہیں: جو آپ نے ذکر کیا (کہ وہ عادل نہیں ہیں) وہ اجماع سے مردود ہے کیونکہ امت اس پر متفق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب کی تعدیل (ان کے عادل اور قابل اعتماد ہونے) سے انکار کرنا جائز نہیں، اور اس سائل نے جو ذکر کیا اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان تمام صحابۂ کرام کی عدالت میں توقف کیا جائے، جو فتنوں میں مبتلا ہوئے اور

آزمائشوں سے گزرے۔ اس قول کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم ان کی روایت لینے سے رک جائیں، حالانکہ یہ بات دینِ ملت اور اجماعِ علماء کی رو سے قطعی باطل ہے، لہٰذا اس قول کے بطلان پر اجماع علماء اس بات پر دلیل قاطع ہے کہ ہمیں صحابہ کرام کے بارے میں حسن ظن رکھنا چاہئے اور اُن کے اُن فضائل و کارناموں کو پیش نظر رکھنا چاہئے جو ان کے لئے پہلے سے ثابت ہیں۔ یہ کلام انمول باتوں میں سے ہے۔

(البرهان 242/1)

14- امام غزالی

وقال الغزالي: والذي عليه سلف الأمة وجماهير الخلق أن عدالتهم معلومة بتعديل الله- عز وجل- إياهم وثنائه عليهم في كتابه، فهو معتقدنا فيهم، إلا أن يثبت بطريق قاطع ارتكاب واحد لفسق مع علمه به وذلك مما لا يثبت فلا حاجة لهم إلى التعديل- ثم ذكر بعض ما دل على عدالتهم من كتاب الله وسنة رسوله صلى الله عليه وسلم ثم قال: فأي تعديل أصح من تعديل علام الغيوب- سبحانه- وتعديل رسوله صلى الله عليه وسلم كيف ولو لم يرد الثناء لكان فيما اشتهر وتواتر من حالهم في الهجرة والجهاد وبذل المهج والأموال وقتل الآباء والأهل في موالاة رسول الله صلى الله عليه وسلم ونصرته كفاية في القطع بعدالتهم۔ (المصتصفى 164/1)

ترجمہ: امام غزالی فرماتے ہیں: امت کے سلف اور عوام الناس کی اکثریت کا یہی عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کی عدالت ثابت اور معروف ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کی توثیق فرمائی، اور اپنی کتاب میں تعریف اور توثیق بیان کی، یہی ہمارا ان کے بارے میں عقیدہ ہے، سوائے اِس کے کہ یقینی اور قطعی دلیل سے یہ ثابت ہو جائے کہ کسی ایک صحابی نے جان بوجھ کر کوئی فسق کیا ہو اور ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہوئی، لہٰذا ان کے لئے الگ سے تعدیل کی کوئی ضرورت نہیں، پھر امام غزالی نے قرآن کریم اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی عدالت پر دلالت کرنے والی کچھ آیات و احادیث ذکر

کرنے کے بعد فرمایا: بھلا اللہ جو عالم الغیب ہے اس کی تعدیل سے زیادہ مضبوط تعدیل اور کیا ہوسکتی ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے کی گئی تعریف سے بڑھ کر کیا تصدیق ہوسکتی ہے؟ بلکہ اگر ان کے بارے میں یہ ثنا و تعریف وارد نہ بھی ہوتی تو بھی ان کی ہجرت جہاد اور اپنی جانوں اور مالوں کی قربانیاں اور باپ، بھائی اور قبیلہ کے خلاف ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و وفاداری کے وہ واقعات جو شہرت اور تواتر کے ساتھ منقول ہیں ان سب سے یہ بات یقینی طور ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ یقینی طور پر عادل ہیں۔

15- حافظ عراقی

وقال العراقي في شرح ألفيته بعد ذكره لبعض الآيات القرآنية والأحاديث النبوية الدالة على عدالة الصحابة: إن جميع الأمة مجمعة على تعديل من لم يلابس الفتن منهم، وأما من لابس الفتن منهم وذلك من حين مقتل عثمان فأجمع من يعتد به أيضا: في الإجماع على تعديلهم إحسانا للظن بهم وحملا لهم في ذلك على الاجتهاد۔ (التبصرة والتذكرة 3/14)

ترجمہ: علامہ عراقی نے اپنی الفیہ کی شرح میں بعض آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کا ذکر کرنے کے بعد جو صحابہ کی عدالت پر دلالت کرتی ہیں کہا: تمام امت اس بات پر متفق ہے کہ وہ صحابہ عادل ہیں جو فتنہ میں شریک نہیں ہے، اور معتبر علماء اس بات پر بھی متفق ہیں کہ جو صحابہ فتنہ میں شریک ہوئے وہ بھی عادل ہیں، کیوں کہ ان کے بارے میں حسنِ ظن رکھا گیا ہے، اور ان کے افعال کو اجتہاد پر محمول کیا گیا ہے۔

(التبصرہ والتذکرہ 14/3)

16- علامہ آلوسی

قال العلامة شهاب الدين ألآلوسي اعلم أن أهل السنة -إلا من شذ- أجمعوا على أن جميع الصحابة عدول يجب على الأمة تعظيمهم.

(الأجوبة العراقية على الأسئلة اللاهورية 9]

ترجمہ: ”علامہ شہاب الدین آلوسی لکھتے ہیں: جان لو کہ اہل سنت ۔سوائے شاذ کے ۔نے اس پر اجماع کیا ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں، امت پر ان کی تعظیم واجب ہے۔“

(الأجوبه العراقيه على الأسئله اللاهوريه 9)

17- عالم ربانی رشید أحمد گنگوہی

قال الإمام رشيد أحمد الكنكوهى، ولا يضر عدم العلم باسم الصحابي أو حاله فإن الصحابة كلهم عدول ثقات ومهرة إثبات۔ (الكوكب الدري 1/416)

ترجمہ: امام رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں: صحابی کے نام یا حال سے عدم واقفیت مضر نہیں کیونکہ صحابہ سب عادل اور ثقہ ہیں اور مستند راوی ہیں۔ (الکوکب الدری 1/ 416)

18- علامہ سفارینی

قال العلامة السفاريني واعلم أن الصحابة رضى الله عنهم كلهم عدول مقبولوا الرواية فلا يسأل عن عدالة أحد منهم بالكتاب والسنة وإجماع المعتبرين من الأمة

(لوائح الأنوار السنية۔ ولواقح الأفكار السنية 2/90)

ترجمہ: علامہ سفارینی نے کہا: جان لو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب عادل ہیں ان کی روایت مقبول ہے، چنانچہ ان میں کسی کی عدالت کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا، کیوں کہ ان کی عدالت قرآن، سنت اور امت کے معتبر اہل علم کے اجماع سے ثابت ہے۔

(لوائح الإنوار السنيه ولواقح الإفكار السنيه 90/2)

19- علامہ شمس الدین ذہبی

قال الإمام الذهبي فأما الصحابة رضى الله عنهم فبساطهم مطوي وإن جرى ما جرى وإن غلطوا كما غلط غيرهم من الثقات فما يكاد يسلم أحد من الغلط لكنه غلط نادر لا يضر أبدا إذ على عدالتهم وقبول ما نقلوه العمل وبه ندين الله تعالى.

(كتاب الرواة الثقات المتكلم فيهم بما لا يوجب ردهم 24)

ترجمہ: امام ذہبی لکھتے ہیں: جہاں تک صحابہ کرامؓ کا تعلق ہے، تو ان کا معاملہ طے شدہ ہے، چاہے جو کچھ بھی پیش آیا ہو، اگرچہ ان سے کوئی لغزش بھی ہو جائے جیسا کہ دوسرے ثقہ راویوں سے ہو جاتی ہے کیوں کہ کوئی انسان غلطی سے بالکل محفوظ نہیں رہتا، مگر ان کی ایسی لغزشیں نہایت کم اور بے ضرر ہیں، جن سے ان کی دیانت یا روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ان کی عدالت اور ان کی روایات کے قابل قبول ہونے پر بھی امت کا عمل ہے اور اس پر ہم اللہ تعالیٰ کے دین پر ایمان رکھتے ہیں۔

(كتاب الرواة الثقات المتكلم فيهم بما لا يوجب ردهم 24)

20- علامہ ابنِ اثیر

قال الإمام ابن الأثير الجزرى والصحابة يشاركون سائر الرواة في جميع ذلك إلا في الجرح والتعديل، فإنهم كلهم عدول لا يتطرق إليهم الجرح لأن الله عز وجل ورسوله زكياهم وعدلاهم، وذلك مشهور لا نحتاج لذكره، ويجيء كثير منه في كتابنا هذا، فلا نطول به هنا. (أسد الغابة 1/10)

ترجمہ: امام ابن اثیر جزری لکھتے ہیں: اور صحابہ کرام روایت کے تمام اصول میں باقی راویوں کے ساتھ شریک ہیں سوائے جرح وتعدیل کے، کیونکہ وہ سب عادل ہیں ان پر جرح کی گنجائش نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خود ان کا تزکیہ اور توثیق فرمادی ہے، اور یہ بات اتنی مشہور ہے کہ اس کے بیان کی ضرورت نہیں، اس کے بہت سے دلائل ہماری اس کتاب میں آئیں گے، اس لیے ہم یہاں اس کی تفصیل بیان نہیں کرتے۔

(أسد الغابه 10/1)

21- امام اہلسنت امام احمد

قال الأثرم: قلت لأبي عبد الله أحمد بن حنبل: إذا قال رجل من التابعين: حدثني رجل من أصحاب النبي -صلى الله عليه وسلم-، ولم يسمه فالحديث صحيح؟ قال: نعم. (”التمهيد“ لابن عبد البر ١/ ٦ ٧٧/ ٤)

ترجمہ: اثرم لکھتے ہیں: میں نے ابوعبداللہ احمد بن حنبل سے دریافت کیا: اگر تابعین میں سے کوئی کہے: مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے حدیث بیان کی لیکن صحابی کا نام نہ بتائے تو حدیث صحیح ہے؟ کہا: ہاں۔ (''التمہید'' لابن عبدالبر 477/16)

22- حافظ صلاح الدین علائی

قال العلامة العلائي و الذي ذهب إليه جمهور السلف و الخلف، أن العدالة ثابتة لجميع الصحابة رضى الله عنهم، و هي الأصل المستصحب فيهم، إلى أن يثبت بطريق قاطع ارتكاب واحد منهم لما يوجب الفسق مع علمه، و ذلك مما لم يثبت صريحا عن أحد منهم، بحمد الله فلا حاجة إلى البحث عن عدالة من ثبتت له الصحبة و لا الفحص عنها بخلاف من بعدهم. (تحقيق منيف الرتبة لمن ثبت شرف الصحبة 60)

ترجمہ: علامہ علائی نے فرمایا: جمہور سلف وخلف کا یہی مسلک ہے کہ تمام صحابہ کرام کی عدالت ثابت ہے، اور یہ ان کے بارے میں اصل اور مسلمہ اصول ہے جب تک قطعی دلیل سے یہ ثابت نہ ہوجائے کہ ان میں کسی نے دانستہ ایسا کام کیا، جو فسق کا موجب ہو، اس وقت تک اسی اصل پر عمل کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی کوئی قطعی بات کسی صحابی کے بارے میں ثابت نہیں، لہٰذا جن حضرات کی صحابیت ثابت ہے ان کی عدالت کے بارے میں تحقیق یا کھوج کی کوئی ضرورت نہیں۔ برخلاف ان لوگوں کے جو بعد میں آئے۔ (تحقیق منیف الرتبہ لمن ثبت شرف الصحبۃ 60)

23- حافظ ابن رجب حنبلی

قال الحافظ ابن رجب أما لو علم أنه لا يرسل إلا عن صحابي كان حديثه حجة، لأن الصحابة كلهم عدول. فلا يضر عدم المعرفة بعين من روى عنه منهم.

(شرح علل ترمذی 1/557)

ترجمہ: حافظ ابن رجب فرماتے ہیں: لیکن اگر معلوم ہو کہ راوی صرف صحابی سے حدیث

مرسل روایت کرتا ہے تو اس کی حدیث حجت ہے، کیونکہ صحابہ سب عادل ہیں۔ اس لئے کہ یہ بات مضر نہیں ہے کہ ہمیں اس صحابی کی عین ذات یعنی شخصیت کا علم نہ ہو جس سے اس نے روایت کی۔ (شرح علل ترمذی 1/ 557)

24- حافظ برہان الدین بقاعی

قال الحافظ البقاعی ووجود شرط في الأصل، وهو ثبوت عدالة جميع الصحابة، وفقده في الفرع، فإنما قبلوا من الصحابي مطلقا، حتى بالصيغة المحتملة؛ لأن أمره دائر بين أن يكون سمعه من النبي - صلى الله عليه وسلم -، أو من صحابي آخر، والصحابة كلهم عدول، فلا يضر الجهل بالساقط منهم۔ (النكت الوفية 1/418)

ترجمہ: حافظ بقاعی فرماتے ہیں: اور (یہ اس وجہ سے ہے کہ) اصل (یعنی صحابہ) میں ایک صفت پائی جاتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کی عدالت ثابت ہے، جب کہ یہ شرط فرع (یعنی غیر صحابی) میں موجود نہیں، اس لئے صحابی کی روایت مطلق طور پر قبول کی گئی ہے، حتی کہ اگر وہ ایسے الفاظ سے بھی روایت کرے جن میں براہِ راست سننے کا واضح ذکر نہ ہو۔

کیوں کہ صحابی کا معاملہ دو صورتوں سے باہر نہیں۔

(۱) یا تو انہوں نے وہ بات براہِ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہو گی۔

(۲) یا کسی دوسرے صحابی سے سنی ہو گی، اور چونکہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں، لہٰذا اگر مسند میں ان میں سے (یعنی صحابہ) سے کوئی ایک راوی ساقط بھی ہو تو اس سے ناواقفیت کوئی نقصان نہیں دیتی۔ (النکت الوفیہ 1/ 418)

25- حافظ جلال الدین سیوطی

قال الحافظ السيوطي وهم عدول كلهم لا يشتبه۔ (ألفية السيوطي 107)

ترجمہ: حافظ سیوطی فرماتے ہیں: اور تمام صحابہ عادل ہیں جس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔ (الفیہ السیوطی 107)

26- شیخ الِاسلام زکریا انصاری

قال شيخ الإسلام زكريا الأنصاري لأن الصحابة كلهم عدول۔ (فتح الباقی 1/203)

ترجمہ: شیخ الاسلام زکریا انصاری فرماتے ہیں: کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ (فتح الباقی 1/203)

27- ملا علی قاری

قال الملا علي القارئ الصحابة كلهم عدول على الصحيح۔ (شرح نخبة الفکر، 258)

ترجمہ: ملا علی قاری فرماتے ہیں: صحیح بات یہ ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔

(شرح نخبة الفکر، 258)

28- علامہ بدر ابن جماعة

قال العلامة البدر بن جماعة الصحابة كلهم عدول مطلقا لظواهر الكتاب والسنة وإجماع من يعتد به بالشهادة لهم بذلك سواء فيه من لابس الفتنة وغيره ولبعض أهل الكلام من المعتزلة وغيرهم في عدالتهم تفصيل واختلاف لا يعتد به۔

(المنهل الروی 112)

ترجمہ: علامہ بدر بن جماعہ فرماتے ہیں: تمام صحابہ مطلق طور پر عادل ہیں، اس پر قرآن وسنت کے ظاہری دلائل اور معتبر اہل علم کا اجماع ہے، یہ حکم تمام صحابہ کے لئے یکساں ہیں، خواہ وہ فتنہ میں شریک ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، البتہ بعض اہلِ کلام جیسے معتزلہ وغیرہ نے صحابہ کی عدالت کے بارے میں فرق واختلاف کیا ہے۔ لیکن یہ اختلاف قابل اعتبار نہیں۔ (المنهل الروی 112)

29- علامہ عبدالرؤوف المناوی

قال العلامة المناوی أكثر / السلف والخلف على عدالة الصحابة فلا يبحث عنها في رواية ولا شهادة لأنهم خير الأمة ومن طرأله منهم قادح كسرقة أو زنا عمل بمقتضاه، فليس المراد بكونهم عدولا ثبوت العصمة لهم، واستحالة

المعصية عليهم، بل إنه لا يبحث عن عدالتهم۔ (الكاشف عن حقائق السنن 2/214)

ترجمہ: علامہ مناوی فرماتے ہیں؛ اکثر سلف وخلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام صحابۂ کرام عادل ہیں، لہٰذا ان کی روایت یا گواہی میں ان کی عدالت کی تحقیق نہیں کی جائے گی، کیوں کہ وہ امت کے سب سے بہتر لوگ ہیں، البتہ اگر ان میں سے کسی سے کبھی کوئی ایسا کام سرزد ہو جائے جو بظاہر قدح کے زمرہ میں آتا ہو جیسے چوری، یا زنا تو اس کے مطابق شرعی حکم کیا جائے گا، بس صحابہ کے عادل ہونے سے یہ مراد نہیں کہ وہ معصوم ہیں، یا ان سے گناہ کا صدور محال ہے، بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ ان عدالت میں تحقیق وجرح کی ضرورت نہیں۔ (الکاشف عن حقائق السنن 2/214)

30- طاہر جزائری

قال العلامة طاهر الجزائری: إذ أكثرهم صحابة وهم عدول۔

(توجيه النظر 1/276)

ترجمہ: علامہ طاہر جزائری فرماتے ہیں: ان میں اکثر صحابہ ہیں اور وہ عادل ہیں۔

(توجيه النظر 1/276)

31- شیخ البانی

قال ناصر الدين الألباني، فإن كان شيخه۔ وهو الرجل الذى لم يسمه۔ صحابيا كان السند صحيح, لأن الصحابة كلهم عدول فلا يضر عدم تسميته كما هو معلوم۔ (ارواء الغليل 2/261)

ترجمہ: ناصر الدین البانی لکھتے ہیں: اگر راوی کا وہ شیخ جن کا اس نے نام نہیں لیا صحابی ہو تو سند صحیح ہے، کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں چنانچہ راوی کا نام نہ لینا نقصان دہ نہیں ہے جیسا کہ معلوم ہے۔ (إرواء الغلیل 2/261)

32- دکتور نور الدین عتر

قال الدکتور نور الدين عتر وقد اختص الله الصحابة رضی الله عنهم بخصيصة ليست لطبقة من الناس غير طبقتهم، وهي أنهم لا يسأل عن عدالة أحد منهم، فهم جميعهم عدول ثبتت عدالتهم بأقوى ما تثبت به عدالة أحد، فقد ثبتت بالكتاب، و السنة، وبالإجماع، و المعقول۔ (منهج النقد في علوم الحديث 121)

ترجمہ: ڈاکٹر نور الدین عتر فرماتے ہیں: اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک خصوصیت سے نوازا، جو کسی اور طبقہ کو نصیب نہیں، اور وہ یہ ہے کہ ان میں سے کسی کی عدالت کے بارے میں تحقیق کی ضرورت نہیں۔ ان کی عدالت معتبر ذرائع یعنی قرآن، سنت، اجماع اور معقول سے ثابت ہے۔ (منہج النقد فی علوم الحدیث 121)

33- شیخ محمود طحان

قال الشيخ محمود الطحان و الصحابة رضی الله عنهم كلهم عدول، سواء من لابس الفتن منهم أم لا، وهذا إجماع من يعتد به۔ (تيسير مصطلح الحديث 244)

ترجمہ: شیخ محمود طحان فرماتے ہیں: اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سب عادل ہیں؛ خواہ وہ فتنہ میں شریک ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، اس پر معتبر علماء کا اجماع ہے۔

(تیسیر مصطلح الحدیث 244)

34- ابن العربی

قال الإمام ابن العربي أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عدول بتعديل الله ورسوله لهم ولا ينتقص أحدا منهم إلا زنديق۔ (العواصم من القواصم 28)

ترجمہ: امام ابن العربی فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب عادل ہیں کیوں کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کی توثیق کی ہے، صحابہ کی تنقیص صرف زندیق ہی کر سکتا ہے۔ (العواصم من القواصم 28)

35- امام ابن حاتم رازی

قال الإمام ابن حاتم الرازی فأما أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فهم الذين شهدوا الوحي والتنزيل وعرفوا التفسير والتأويل وهم الذين اختارهم الله عزوجل لصحبة نبيه صلى الله عليه وسلم ونصرته وإقامة دينه وإظهار حقه فرضيهم له صحابة وجعلهم لنا أعلاما وقدوة فحفظوا عنه صلى الله عليه وسلم ما بلغهم عن الله عزوجل وما سن وشرع وحكم وقضى وندب وأمر ونهى وحظر وأدب، ووعوه وأتقنوه، ففقهوا في الدين وعلموا أمر الله ونهيه ومراده- بمعاينة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ومشاهدتهم منه تفسير الكتاب وتأويله وتلقفهم منه واستنباطهم عنه، فشرفهم الله عزوجل بما من عليهم وأكرمهم به من وضعه إياهم موضع القدوة، فنفى عنهم الشك والكذب والغلط والريبة والغمز وسماهم عدول الأمة [فقال عز ذكره في محكم كتابه (وكذلك جعلناكم أمة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ففسر النبي صلى الله عليه وسلم عن الله عز ذكره قوله (وسطا) قال: عدلا.

فكانوا عدول الأمة وأئمة الهدى وحجج الدين ونقلة الكتاب والسنة.

(الجرح والتعديل 1/7)

ترجمہ: امام ابن حاتم رازیؒ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے وحی اور قرآن مجید کے نزول کا مشاہدہ کیا، اور قرآن کی تفسیر وتأویل کو جانا، یہی وہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت، مدد، دین کی سربلندی، اور حق کے ظہور کے لئے منتخب فرمایا، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور انہیں اپنے نبی کا صحابی بنایا، اور ہمارے لئے رہنما اور نمونہ قرار دیا، ان صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ سب کچھ محفوظ کیا، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچایا، اور جو سنت، شریعت، احکام، فیصلے، ترغیب، اوامر ونواہی، ممانعتیں اور آداب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائے، انہوں نے ان تمام چیزوں کو یاد رکھا، اور اس میں مہارت پیدا کی، یوں

وہ دین کے فقیہ بن گئے، اللہ کے احکام اور اس کی منشاء کو جان لیا، کیوں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں رہ کر قرآن کی تفسیر و توضیح کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست دین کے معانی و اسرار سیکھے اور آپ ہی سے استنباط کا طریقہ پایا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص عنایت اور فضل سے انہیں امت کے لئے نمونہ و پیشوا بنایا، ان کے دلوں سے شک، جھوٹ، غلطی، بدگمانی اور عیب تراشی کو دور کر دیا، اور انہیں عدل و انصاف کا پیکر قرار دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس طرح ہم نے تمہیں ایک درمیانی امت بنایا، تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت میں لفظ ''وَسَطًا'' کی تفسیر ''عدل'' سے کی ہے۔ صحابہ کرام امت کے عادل، ہدایت کے امام، دین کی حجت، اور قرآن وسنت کے ناقل ہیں۔

(الجرح و التعدیل 7/1)

36- امام ابن قتیبہ

قال الإمام ابن قتيبة و أما جمهور المسلمين فكانوا يحتجون بكل حديث توافرت لراويه الشروط المطلوبة بلا تفريق بين صحابي و آخر، و يأخذون بفتاوى الصحابة و آرائهم جميعا، و على الرغم من اتفاق جمهور علماء المسلمين على هذه الخطة الموضوعية في قبول الحديث -باعتبار الصحابة جميعا عدولا موثوقين- دون النظر إلى مواقفهم السياسية من قضية الفتنة الكبرى۔ (تأويل مختلف الحديث 14)

ترجمہ: امام قتیبہ فرماتے ہیں: جہاں تک جمہور کی بات ہے تو وہ ہر اس حدیث کو حجت مانتے ہیں، جس کی روایت میں ضروری شرائط پوری ہوں، بغیر اس کے کہ کسی ایک صحابی کو دوسرے پر ترجیح دیں، یا ان میں فرق کریں، وہ تمام صحابہ کرام کے فتاوی اور آراء کو قبول کرتے ہیں، اگرچہ بعض صحابہ کرام کے درمیان فتنہ کبری کے موقع پر سیاسی موقف مختلف تھے۔ مگر اس کے باوجود اہلِ علم کی اکثرت نے حدیث قبول کرنے کے معاملہ میں ایک منصفانہ اور غیر جانبدار طریقہ اختیار کیا، کیوں کہ وہ تمام صحابہ کو عادل

اور قابل اعتماد مانتے ہیں۔(تاویل مختلف الحدیث 14)

37- ابن الترکمانی

قال المحدث ابن التر كمانى قلت قد قدمنا في باب تفريق الوضوء ان مثل هذا ليس بمرسل بل هو متصل لان الصحابة كلهم عدول فلا تضرهم الجهالة۔

(الجوهر النقى 1/190)

ترجمہ: محدث ابن ترکمانی فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ ہم پہلے تفریق الوضوء میں یہ بات ذکر کر چکے ہیں کہ ایسی روایت مرسل نہیں بلکہ متصل ہے، کیوں کہ تمام صحابہ عادل ہیں، اس لئے ان کے نام سے عدم واقفیت مضر نہیں۔(الجوہر النقی 1/ 190)

38- فلسفۂ تاریخ کے امام ابن خلدون

قال ابن خلدون فلا يقعن عندك ريب في عدالة أحد منهم و لا قدح في شيء من ذلك فهم من علمت و أقوالهم و أفعالهم إنما هى عن المستندات و عدالتهم مفروغ منها عند أهل السنة۔(تاريخ ابن خلدون 1/268)

ترجمہ: ابن خلدون فرماتے ہیں: تمہارے دل میں صحابہ کرام میں سے کسی کی دیانت و عدالت کے بارے میں کوئی شک یا تردد پیدا نہ ہو، اور نہ ہی اس بارے میں کسی طرح کا اعتراض ذہن میں آئے، وہ وہی ہیں جنہیں تم جانتے ہو، ان کے اقوال واعمال سب مضبوط دلائل پر مبنی ہیں اور ان کی علامت اہلِ علم کے نزدیک قطعی طور پر مسلم ہیں۔

(تاریخ ابن خلدون 268/1)

39- ابن بطال

قال ابن بطال و فيه أن الصحابة كان يأخذ بعضهم العلم عن بعض، ويصدق بعضهم بعضا، و كلهم عدول رضى، و هم خير أمة أخرجت للناس۔

(شرح صحيح البخارى 10/48)

ترجمہ: ابن بطال فرماتے ہیں: کہ صحابہ بعض بعض سے علم لیتے تھے، اور بعض بعض کی تصدیق کرتے تھے، اور سب عادل اور مرضی عنہ ہیں اور وہ خیر امت ہیں جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے۔(شرح صحیح البخاری 10/ 48)

40- ابن ملقن

قال ابن الملقن تنبيه: الصحابة كلهم عدول أي مجردها كافية عن عدالتهم۔(البدر المنير 8/648)

ترجمہ: ابن الملقن فرماتے ہیں: تمام صحابہ کرام عادل ہیں یعنی ان کا صحابی ہونا ان کی عدالت کے لئے کافی ہے۔(البدر المنير 8/ 648)

41- ابن قدامہ حنبلی

قال إبن قدامة و الذي عليه سلف الأمة و جمهور الخلف: أن الصحابة- رضى الله عنهم- معلومة عدالتهم بتعديل الله و ثنائه عليهم. (روضة الناظر 1/345)

ترجمہ: ابن قدامہ فرماتے ہیں: امت کے سلف اور جمہور خلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کی عدالت ثابت اور مسلم ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کی توثیق و تعریف فرمائی ہے۔(روضۃ الناظر 1/ 345)

42- ابو مظفر سمعانی

قال أبو المظفر السمعاني فنقول أولا اعلم أن الصحابة رضى الله عنهم عدول و روايتهم يجب قبولها من غير تخصيص. (قواطع الأدلة 1/342)

ترجمہ: ابو المظفر سمعانی فرماتے ہیں: پس ہم کہتے کہ سب سے پہلے یہ جان لو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل ہیں اور ان کی روایت بلا کسی تشخیص کے قبول کرنا واجب ہے۔
(قواطع الأدلة 1/342)

43- علامہ بابرتی

قال العلامة البابرتي ـ الصحابة ـ رضی الله عنهم ـ كلهم عدول، لا حاجة إلى تعديلهم عند الأكثرين. (كتاب الردود والنقود 1/689)

ترجمہ: علامہ بابرتی فرماتے ہیں: صحابہ رضی اللہ عنہم سب عادل ہیں، اکثر کے نزدیک ان کی توثیق کی حاجت نہیں۔ (کتاب الردود والنقود 1/689)

44- امام شاطبی

قال الإمام الشاطبي فإن من بعد الصحابة من أهل السنة عدلوا الصحابة على الإطلاق والعموم، فأخذوا عنهم رواية ودراية من غير استثناء ولا محاشاة۔ (الموافقات 4/448)

ترجمہ: امام شاطبی فرماتے ہیں: یقیناً صحابہ کرام کے بعد آنے والے اہلِ سنت نے تمام صحابہ کو بلا استثناء اور عمومی طور پر عادل قرار دیا ہے اور ان سے روایت ودرایت دونوں طرح کے علوم بغیر کسی استثناء اور پرہیز کے حاصل کئے۔ (الموافقات 4/448)

45- امام آمدی

قال الإمام أبو الحسن الآمدى اتفق الجمهور من الأئمة على عدالة الصحابة، والمختار إنما هو مذهب الجمهور من الأئمة، وذلك بما تحقق من الأدلة الدالة على عدالتهم ونزاهتهم وتخيير هم على من بعدهم. (الاحكام 2/192)

ترجمہ: جمہور ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام سب کے سب عادل ہیں، اور راجح قول بھی یہی ہے کہ ائمہ کے اجماعی موقف کو اختیار کیا جائے، کیوں کہ متعدد دلائل سے ان کی عدالت، پاکیزگی اور بعد میں آنے والوں پر ان کی فضیلت ثابت ہو چکی ہے۔ (الاَحکام 192/2)

46- امام تاج الدین سبکی

قال الإمام السبکی و ذلك لا يضر لأن الصحابة كلهم عدول.

(طبقات الشافعية3/115)

ترجمہ: امام سبکی فرماتے ہیں: تو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا، کیونکہ صحابہ سب عادل ہیں۔

(طبقات الشافعيه115/3)

47- علامہ شوکانی

قال الشوكاني اعلم أن ما ذكرناه من وجوب تقديم البحث عن عدالة الراوي، إنما هو في غير الصحابة، فأما فيهم فلا؛ لأن الأصل فيهم العدالة فتقبل رواياتهم من غير بحث عن أحوالهم. (ارشاد الفحول1/185)

ترجمہ: امام شوکانی فرماتے ہیں، یہ بات جان لو کہ ہم نے جو راوی کی عدالت کی تحقیق کو مقدم رکھنے کا ذکر کیا ہے، وہ صرف صحابہ کرام کے علاوہ دوسرے راویوں کے بارے میں ہے، رہا صحابہ کرام کا معاملہ تو اس میں تحقیق کی ضرورت نہیں، کیوں کہ اصل یہی ہے کہ وہ سب عادل ہیں، لہٰذا ان کی روایت ان کے حالات کی تحقیق کئے بغیر ہی قبول کی جائے گی۔ (إرشاد الفحول185/1)

48- امام قرطبی صاحب المفہم

قال الإمام أبو العباس القرطبي أما الصحابة فلا فرق بين إسنادهم وإرسالهم؛ إذ الكل عدول على مذهب أهل الحق، كما أوضحناه في الأصول، وكذلك: كل من خالف في قبول مراسيل غير الصحابة وافق على قبول مراسيل الصحابة۔ (المفهم1/122)

ترجمہ: امام ابوالعباس قرطبی فرماتے ہیں: جہاں تک صحابہ کرام کا تعلق ہے تو ان کی روایات میں خواہ وہ متصل السند ہو یا مرسل کوئی فرق نہیں، کیوں کہ اہل حق کے مسلک کے

مطابق سب کے سب عادل ہیں، جیسا کہ ہم نے اصول میں اس کی وضاحت کی ہے، اسی طرح یہ بات بھی ثابت ہے کہ جن لوگوں نے صحابہ کرام کے علاوہ دوسرے راوی کی مرسل روایات کے قبول کرنے میں اختلاف کیا ہے، وہ بھی صحابہ کی مرسل روایات کے قبول کئے جانے پر متفق ہیں۔(المفهم 1/122)

49- علامہ طیبی

قال العلامة الطيبى: و الصحابة كلهم عدول مطلقاً لظواهر الكتاب و السنة و اجماع من يعتدبه۔

ترجمہ: علامہ طیبی فرماتے ہیں: اور صحابہ کرام بلا استثناء سب کے سب عادل ہیں، کیوں کہ قرآن وحدیث کے ظاہری دلائل اور معتبر اہل علم کا اجماع اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔(الکاشف عن حقائق السنن 12/ 3840)

50- علامہ ابن قیم الجوزیہ

قال العلامة ابن القيم: و أما العلة الثانية: فباطلة أيضا على أصل ابن حزم، و أصل سائر أهل الحديث، فإن عندهم جهالة الصحابي لا تقدح في الحديث, لثبوت عدالة جميعهم. (تهذيب سنن أبي داود 1/123)

ترجمہ: علامہ ابن القیم فرماتے ہیں: رہا دوسرا اعتراض تو وہ بھی ابن حزم کے اصول اور اہلِ حدیث کے تمام ائمہ کے اصول کے مطابق باطل ہے، کیوں کہ ان کے نزدیک کسی صحابی کا مجہول ہونا حدیث پر کوئی قدح وارد نہیں کرتا، اس لئے کہ تمام صحابہ کی عدالت ثابت ہے۔(تہذیب سنن ابی داود 1/ 123)

51- علامہ کرمانی

قال شمس الدين الكرمانى: فإن قلت هذا رواية عن المجهول، قلت الصحابة كلهم عدول فلاقدح فيه بسبب عدم معرفة أسمائهم.

(الكوكب الدرارى 12/23)

ترجمہ: شمس الدین کرمانی فرماتے ہیں: اگر تم کہو کہ یہ تو کسی نامعلوم شخص سے روایت ہے، تو میں کہتا ہوں کہ صحابہ کرام سب کے سب عادل ہیں، اس لئے ان کے ناموں کا معلوم نہ ہونا بھی جرح کا سبب نہیں بنتا۔ (الکوکب الدراری 12/ 23)

52- علامہ عینی

قال العلامة بدر الدين العينى: هذا ليس بشيء إذ الترديد في الصحابي لا يضر إذ كلهم عدول۔ (عمدة القارى 21/176)

ترجمہ: علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں: یہ کوئی اعتراض نہیں کیوں کہ صحابی کے بارے میں تردد نقصان دہ نہیں ہوتا، کیوں کہ تمام صحابہ عادل ہوں۔ (عمدۃ القاری 21/ 176)

53- علامہ زرقانی

قال العلامة محمد بن عبد الباقى الزرقانى: لأن جميع الصحابة عدول بتعديل الله إياهم۔ (شرح الزرقانى على الموطأ 4/10)

ترجمہ: علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی فرماتے ہیں: کہ تمام صحابہ عادل ہیں، کیوں کہ اللہ نے خود ان کی توثیق کی۔ (شرح الزرقانی علی الموطأ 4/ 10)

54- علامہ شمس الحق عظیم آبادی

قال العلامة شمس الحق: وتفرد الصحابة لا يضر فإنهم كلهم عدول

(عون المعبود 5/155)

ترجمہ: علامہ شمس الحق فرماتے ہیں: صحابہ کرام کا منفرد طور پر روایت کرنا نقصان نہیں دیتا، کیوں کہ وہ سب عادل ہیں۔ (عون المعبود 5/ 155)

55- مولانا خلیل احمد سہارنپوری

قال خليل آحمد السهارنفورى قلت: لا خلاف في قبول ما لم يسم فيه الصحابي بعد ما علم أن المتروك هو الصحابي لا غير، إذ الصحابة كلهم عدول ولا

خلاف لأحد فيهم. (بذل المجهود 1/261)

ترجمہ: خلیل احمد سہارنپوری فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ ایسی روایت کو قبول کیا جاتا ہے، جس میں صحابی کا نام ذکر نہ ہو، بشرطیکہ معلوم ہو کہ جس کا نام چھوٹا ہے وہ صحابی ہی ہے، کیوں کہ تمام صحابہ عادل ہیں اور ان کی عدالت میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ (بذل المجہود 1/ 261)

56- احمد بن عبد الرحمن

قال أحمد بن عبدالرحمن الساعتی: لأن الصحابة كلهم عدول بإجماع أهل الحق. (الفتح الربانی 22/413)

ترجمہ: احمد بن عبد الرحمن ساعتی فرماتے ہیں: کہ اہل حق کے اجماع کے مطابق تمام صحابہ عادل ہیں۔ (الفتح الربانی 22/ 413)

57- علامہ صالحی شامی

قال العلامة الصالحی الشامی: وبأن أصحابه صلی الله علیه وسلم كلهم عدول فلا يبحث عن عدالة أحد منهم كما يبحث عن عدالة سائر الرواة.

(سبل الهدى والرشاد 10/484)

ترجمہ: علامہ صالحی شامی فرماتے ہیں: اور کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ عادل ہیں، اس لئے ان میں سے کسی کی عدالت کے بارے میں تحقیق نہیں کی جاتی، جیسے دیگر رواۃ کی عدالت کی تحقیق کی جاتی ہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد 10/ 484)

58- شاہ عبد العزیز دہلوی

وقال العلامة الدهلوي: مؤلف "التحفة الإثنا عشرية" وغيرها: في بعض إفاداته: إن ما تقرر في عقائد أهل السنة أن الصحابة كلهم عدول قد تكرر ذكره غير مرة. (ثم أبصرت الحقيقة 475)

ترجمہ: شاہ عبدالعزیز دہلوی تحفہ اثنا عشریہ اور دیگر تصنیفات کے مؤلف فرماتے ہیں، اہلِ سنت کے عقائد میں جو بات طے شدہ ہے وہ یہ کہ تمام صحابہ عادل ہیں اس کا ذکر متعدد مرتبہ ہو چکا ہے۔(ثم أبصرت الحقيقة 475)

59- امام مازری

قال الإمام المازري: "مذهب أفاضل العلماء أن ما وقع من الأحاديث القادحة في عدالة بعض الصحابة والمضيفة إليهم ما لا يليق بهم، فإنها ترد ولا تقبل إذا كان رواتها غير ثقات، فإن أحب بعض العلماء تأويلها قطعا للشغب ترك ورأيه، وإذا رواها الثقات تؤولت على الوجه اللائق بهم إذا أمكن التأويل ولا يقع في روايات الثقات إلا ما يمكن تأويله۔" (المعلم 3/143)

ترجمہ: اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ جو احادیث بعض صحابہ کی عدالت پر قدح کرتی ہوں اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتی ہوں جو ان کے شایان شان نہ ہوں، تو اگر ان احادیث کے راوی غیر ثقہ ہوں تو وہ احادیث رد کردی جائیں گی، اور اگر بعض علماء فتنہ و فساد کے دروازے کو بند کرنے کے لئے ایسی روایات کی کوئی تاویل کرنا چاہیں تو یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے، اور اگر یہ روایات ثقہ راویوں سے منقول ہوں تو پھر انہیں صحابہ کرام کے شایانِ شان معنی پر محمول کرتے ہوئے مناسب تاویل کی جائے گی، اور یہ بات طے شدہ ہے کہ ثقہ راویوں کی روایات میں وہی چیزیں آتی ہیں جن کی مناسب تاویل ممکن ہو۔(المعلم 3/143)

60- شیخ ذیاب غامدی

قال الشيخ ذياب الغامدي: أجمع أهل السنة والجماعة على: أن الصحابة جميعهم عدول بلا استثناء سواء من لابس الفتنة منهم أو لا، نظرا لما أكرمهم الله به من شرف الصحبة لنبيه - صلى الله عليه وسلم -، ولما لهم من المآثر الجليلة،

والمواقف العظيمة مع النبي - صلى الله عليه وسلم -، من مناصرة، ومؤازرة، وإيمان، ومتابعة، وإيثار، وجهاد، بين يديه!

وقد نقل الإجماع على عدالتهم جمع غفير من أهل العلم. (تسديد الإصابة 119)

ترجمہ: شیخ ذیاب غامدی فرماتے ہیں: اہلِ سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام بلا استثناء عادل ہیں، خواہ فتنہ میں شامل ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت کے شرف سے نوازا، اور اس لئے بھی کہ ان کے ایسے عظیم کارنامے اور روشن ہیں جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سرانجام دیئے۔ چاہے وہ نفرت ہو، تائید ہو، ایمان ہو، اتباع ہو، ایثار ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شرکت ہو، اور اہل علم کی ایک بڑی جماعت نے ان کی عدالت پر اجماع نقل کیا ہے۔ (تسدید الاصابہ 119)

61- محمد أبو شهبه

قال الشيخ محمد أبو شهبة الصحابة كلهم عدول عند جمهور الفقهاء من المحدثين والفقهاء والأصوليين، ومعنى عدالتهم استقامتهم على الدين، وائتمارهم بأوامره وانتهاؤهم عن نواهيه, وأنهم لا يتعمدون الكذب على رسول الله - زصلى الله عليه وسلم - وذلك لما اتصفوا به من قوة الإيمان، والتزام التقوى، والمروءة وسمو الأخلاق والترفع عن سفاسف الأمور، وليس معنى عدالتهم أنهم معصومون من المعاصي أو من السهو أو من الغلط, فإن ذلك لم يقل به أحد من أهل العلم، ولم يخالف في عدالتهم أو عدالة بعضهم إلا شذاذ من المبتدعة وأهل الأهواء لا يعتد بأقوالهم وآرائهم؛ لعدم استنادها إلى برهان وسنعرض لهذه الآراء فيما بعد مناقشتهم۔ (الوسيط فى علوم مصطلح الحديث 499)

ترجمہ: شیخ محمد ابوشہبہ فرماتے ہیں: جمہور فقہاء، محدثین اور اصولیین کے نزدیک تمام صحابہ کرام عادل ہیں، اس کی عدالت کا معنی یہ ہے کہ وہ دین پر ثابت قدم، اس کے احکام

پر عمل کرنے والے، اس کی ممانعتوں سے رکنے والے تھے، یہ اس لئے کہ وہ قوت ایمان، تقویٰ، مروت، اعلیٰ اخلاق، اور ادنیٰ وارزل امور سے ارفع جیسی صفات سے متصف تھے، اور ان کی عدالت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ معصوم عن المعصیۃ تھے، یا ان سے سہو وغلطی سرزد نہیں ہوسکتی تھی، کیوں کہ یہ بات کسی بھی اہل علم سے منقول نہیں ہے، اور ان کی عدالت یا بعض صحابہ کی عدالت میں جو لوگ اختلاف کرتے ہیں وہ صرف اہل بدعت اور اہل اھواء کے چند شاذ افراد ہیں، جن کے اقوال وآراء کا کوئی اعتبار نہیں، کیوں کہ ان کے پاس نہ کوئی برہان ہے اور نہ علمی استناد۔

(الوسیط فی علوم مصطلح الحدیث 499)

62- علامہ صابونی

قال العلامة محمد على الصابوني: أن الصحابة كلهم عدول، ولا يبحث عن عدالتهم في رواية ولا شهادة، وهذا رأي جمهور العلماء سلفا وخلفا (2/485)

ترجمہ: علامہ علی صابونی فرماتے ہیں: تمام صحابہ عادل ہیں، اور ان عدالت کے بارے میں نہ تو روایت میں اور نہ ہی شہادت میں تحقیق کی جاتی ہے۔ یہ موقف سلف وخلف کے اکثر علماء کا ہے۔ (485/2)

63- شیخ ناصر

قال ناصر بن علي عائض حسن الشيخ: فقد صدق رحمه الله فلا يتجرأ على تجريح الصحابة إلا مجروح فتح لنفسه بابا يلج منه إلى الزندقة، فمن يرد السلامة لدينه فعليه أن يعتقد ما اعتقده أهل السنة والجماعة في عدالة الصحابة وهو أنهم كلهم عدول من لابس الفتن ومن لم يلابسها، وهذا هو المذهب الحق الذي يجب المصير إليه۔ (عقيدة أهل السنة 2/825)

ترجمہ: ناصر بن علی فرماتے ہیں: صحابہ کرام پر اعتراض کی جرأت وہی شخص کرتا ہے جو خود مجروح ہو، اور اس جرأت کے ذریعہ وہ اپنے لئے ایسا راستہ کھول لیتا ہے جس سے وہ

زندقہ میں داخل ہوجاتا ہے، لہٰذا جو شخص اپنے دین کی سلامتی چاہتا ہوں، اس پر لازم ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق صحابہ کرام کی عدالت پر ایمان رکھے، یعنی یہ کہ تمام صحابہ عادل ہیں، چاہے وہ فتنہ میں شریک ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، یہی اہلِ حق کا مذہب ہے، جس کی طرف ہر شخص کو رجوع کرنا چاہئے۔

(عقیدۃ اھل السنۃ 825/2)

64 شیخ عبدالرحمن معلمی

قال الشيخ عبدالرحمن المعلمي اليماني: أما الصحابة فقد زكاهم الله في كتابه وعلى لسان رسوله، والأحاديث إنما ثبتت من رواية من زكاه الله ورسوله عينا، أو لا ريب في دخوله فيمن زكاه الله ورسوله جملة. نعم جاءت أحاديث قليلة عن بعض من قد يمكن الشك فيه، لكن أركان الدين من سلف هذه الأمة تدبروا أحاديث هذا الضرب واعتبروها، فوجدوها قد ثبتت هي أو معناها برواية غيرهم، وبعد طول البحث والتحقيق تبين لأئمة السنة أن الصحابة كلهم عدول في الرواية،

(الأنوار الكاشفة لما في كتاب أضواء على السنة 89)

ترجمہ: شیخ عبدالرحمن معلمی یمانی فرماتے ہیں: صحابہ کے بارے میں اللہ نے انہیں اپنی کتاب اور اپنے رسول کے کلام میں پاکیزہ قرار دیا ہے، احادیث صرف انہیں کی روایت سے معتبر ہیں، جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے خاص طور پر پاکیزہ ٹھہرایا، یا جن پر اللہ اور اس کے رسول کے پاکیزہ قرار دینے میں کوئی شک نہیں، البتہ بعض صحابہ کے بارے میں چند ایسی احادیث بھی آئیں جو شک کا امکان رکھتی ہیں، لیکن اس امت کے سلف نے ان احادیث کو غور وفکر سے دیکھا اور پایا کہ ان کا مطلب یا دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے یا ان کا مفہوم دیگر معتبر راویں کی روایت سے ملتا ہے، طویل تحقیق اور جانچ پڑتال کے بعد اہل سنت کے علماء نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ صحابہ سب ہی روایت میں عادل ہیں۔ (الأنوار الكاشفة لما في كتاب أضواء على السنة 89)

65- شیخ إبراہیم بن عامر

قال الشيخ إبراهيم بن عامر الرحيلى: فظهر بهذا اتفاق العلماء المعنيين بنقد الرجال والنظر في أحوالهم على عدالة الصحابة، وأنه لا يسأل عن عدالتهم ولم يخالف في ذلك أحد ممن يعتد بقوله: بل لم يخالف في ذلك إلا متهم في دينه من أهل البدع والزندقة۔ (الانتصار للصحب ولاآل 158)

ترجمہ: شیخ ابراہم بن عامر رحیلی فرماتے ہیں: اس سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ راویوں پر جرح وتعدیل اور ان کے حالات کی تحقیق و تفتیش پرکھ کرنے والے تمام ماہر علماء کرام کا صحابہ کرام کی عدالت وصداقت پر مکمل پر اتفاق ہے، یہ بھی طے ہے کہ صحابہ کی عدالت کے بارے میں (شک کی بنیاد پر) سوال نہیں کیا جا سکتا، معتبر اہل علم میں سے کسی نے اس اصول سے اختلاف نہیں کیا، اس کی مخالفت تو صرف ان لوگوں نے کی ہے جو اپنے دین کے معاملہ میں خود متہم ہیں۔ یعنی اہلِ بدعت وزنادقہ۔

(الانتصار للصحب والآل 158)

66- شیخ عبدالہادی

وقال الشيخ عبد الهادي العمري: المبحث الثاني: عدالة الصحابة]

وهي من المسائل المهمة التي تحتاج لبيان، مع شدة وضوحها وسطوعها، ولكن لما أن طعن الطاعنون في عدالتهم لشبه واهية، كان لزاما بيان اتفاق أهل السنة ومن يعتد بهم في عدالة الصحابة رضى الله عنهم وأرضاهم.

(الإصابة فى الذب عن الصحابة 195)

ترجمہ: شیخ عبدالہادی عمری فرماتے ہیں: اگرچہ یہ مسئلہ واضح اور روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، پھر بھی یہ ان اہم ترین مسائل میں سے ہے، جو وضاحت کے متقاضی ہیں، لیکن چونکہ اعتراض کرنے والوں نے نہایت کمزور اور بے بنیاد مشکوک وشبہات کا سہارا لے کر صحابہ کرام کی عدالت پر طعن وتشنیع کی ہے، اس لئے اب یہ لازم ہو گیا ہے کہ

صحابہ کرامؓ کی عدالت وصداقت کے بارے میں اہلِ سنت اور تمام معتبر علماء امت کے اتفاق رائے کو واضح طور پر بیان کیا جائے۔

(الإِصابہ فی الذب عن الصحابہ 195)

67- ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی

قال الدکتور مصطفی السباعي: مما اتفق علیه التابعون، و من بعدهم من جماهیر المسلمین من أهل السنة و الجماعة، و نقاد الحدیث قاطبة تعدیل الصحابة و تنزیههم عن الکذب و الوضع، و شذ عن ذلك من ذکرنا من الخوارج و المعتزلة و الشیعة، هذا هو الواقع و المعروف في المسألة.

(السنة مکانتها فی التشریع الإسلامی 261)

ترجمہ: ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی فرماتے ہیں: تابعین اور ان کے بعد آنے جمہور اہل سنت والجماعت اور تمام ناقدین حدیث کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں، اور وہ جھوٹ بولنے اور کوئی منگھڑت بات منسوب کرنے سے بالکل پاک اور بری ہیں، اس اجماع سے انحراف صرف انہیں فرقوں نے کیا ہے جن کا ہم نے (پہلے) ذکر کیا ہے، یعنی خوارج، معتزلہ اور شیعہ۔

(السنة مکانتها فی التشریع الإسلامی 261)

68- عبدالمحسن عباد

قال عبد المحسن العباد: و صحابة رسول الله صلی الله علیه و سلم کلهم عدول بتعدیل الله تعالی لهم و ثنائه علیهم و ثناء رسوله صلی الله علیه و سلم.

(عقیدة أهل السنة فی الصحابة 14)

ترجمہ: عبدالمحسن عباد فرماتے ہیں: کہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں، کیوں کہ خود اللہ نے ان توثیق وتعریف فرمائی ہے۔ (عقیدۃ اہل السنۃ فی الصحابۃ 14)

69- محمد امین شنقیطی

قال الشيخ محمد الأمين الشنقيطي والظاهر أن الجواب عن هذا أن الصحابة كلهم عدول بتعديل الله إياهم۔ (مذكرة أصول الفقه 140)

ترجمہ: شیخ محمد امین شنقیطی فرماتے ہیں: بظاہر اس (اعتراض) کا جواب یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کی تعدیل وتوثیق فرمائی ہے۔

(مذکرۃ اصول الفقہ 140)

منافقین کی پہچان احادیث صحیحہ کی روشنی میں

اس تفصیلی بحث سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ائمہ حدیث، ناقدین رجال اور جمہور یہ محدثین اس اصول پر متفق ہیں کہ تمام صحابۂ کرام عادل اور ثقہ ہیں۔ اسی بنا پر ان کی تعدیل توثیق کے لئے کسی الگ تحقیق، جرح وتعدیل یا تفتیش کی چنداں ضرورت نہیں کیوں کہ شریعت نے خود ان کے عدالت وفضل کی گواہی دی ہے لیکن مولانا سلمان صاحب کا موقف، جمہور امت اور ائمہ فن کے متفقہ مسلک سے ہم آہنگ دکھائی نہیں دیتا۔ وہ نہ صرف صحابۂ کرام کی اجتماعی عدالت کو محل نظر قرار دیتے ہیں بلکہ ان کی ثقاہت پر بھی ایسے اعتراضات کرتے ہیں جو محدثین کے مسلمہ اصولوں سے متصادم ہیں۔ چنانچہ ان کا موقف اور طرز استدلال درحقیقت اس اجماعی واتفاقی منہج سے منحرف ہے، جسے ائمۂ جرح وتعدیل اور اکابر محدثین صدیوں سے قبول کرتے چلے آرہے ہیں۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ مولانا سلمان صاحب صحابہ میں منافق تلاش کر رہے ہیں، لیکن جن کو احادیث میں منافق کہا گیا ہے، ان کے ذکر سے دانستہ صرف نظر کرتے نظر آرہے ہیں، حالانکہ تاریخی شواہد اور نصوص شرعیہ کا تقاضا یہ ہے کہ نفاق کا مصداق انہی عناصر کو قرار دیا جائے جنہوں نے امت مسلمہ میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائی، یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کیا، جنگ جمل جن کے مساعی سے واقع ہوئی، اور جن کی ایک جماعت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہروان میں جنگ کرنی پڑی، اور جن کے ایک فرد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، انہوں نے ہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا، انہیں زخمی کیا اور ان کا مال ومتاع لوٹ لیا اور متعدد مرتبہ انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی کوشش کی، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلا کر بے یار و مددگار چھوڑ دیا، اور پھر قاتلین کی صف میں شامل ہو گئے۔ لہٰذا اگر نفاق کی عملی علامات، عہد شکنی، دغا بازی، بے وفائی، امہات المومنین پر

بہتان تراشی، صحابہ پر سب وشتم، قرآن میں تحریف کے عقائد، امت میں فتنہ وفساد اور اس نوع کی دیگر خرافات وگمراہیوں کو معیار بنایا جائے تو صحابہ پر انگشت نمائی کے بجائے ان فتنہ پرور عناصر اور ان کے فکری وارثوں کا محاسبہ ہونا چاہئے جن کے افکار واعمال اور تخریبی کردار نے امت مسلمہ کو شدید نقصانات سے دوچار کیا اور جن کا دامن تاریخ اسلام کے بڑے بڑے سانحات اور انتشار انگیز فتنوں سے داغ دار ہے۔

افسوس کی بات ہے کہ مولانا ان سب حقائق سے چشم پوشی کرتے ہیں اور فتنوں کی ذمے داری بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ڈال دیتے ہیں۔

چنانچہ مولانا سلمان صاحب تحریر کرتے ہیں ''اور اسی کا شاخسانہ تھا کہ شورائی نظام وجود میں نہ آسکا، اہل حل وعقد صرف ایک ذہنی اور نظریاتی بات رہی، جس کا بری طرح خاتمہ حضرت عثمان کے آخری دور سے ہوگیا، خلافت کا نظام حضرت عثمان کے آخری دور سے بکھر گیا، ان کے فیصلے شوری کے تحت نہیں ہوتے تھے۔'' (المرتضی محقق نسخہ 142)

جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی کو اللہ عنہ کو فتنوں کے دور میں حق وہدایت پر قائم کرنے والا قرار دیا اور اس دور میں امت کو ان کی اور ان کے اصحاب کی اتباع وپیروی کی تلقین فرمائی۔ لہٰذا فتنوں کی ذمہ داری حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر ڈالنے کی کوشش کرنا فرمان مصطفیٰ وتاریخی حقائق سے چشم پوشی کے مترادف ہے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

1 عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً، فَقَرَّبَهَا وَعَظَّمَهَا، قَالَ: ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ مُتَقَنِّعٌ فِي مِلْحَفَةٍ، فَقَالَ: "هَذَا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْحَقِّ." فَانْطَلَقْتُ مُسْرِعًا - أَوْ قَالَ: مُحْضِرًا - فَأَخَذْتُ بِضَبْعَيْهِ، فَقُلْتُ: هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "هَذَا". فَإِذَا هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

(مسند احمد قال شعیب الأرنؤوط صحیح)

ترجمہ: کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک

فتنہ کا ذکر کیا اور اسے قریب اور بہت بڑا بیان فرمایا۔ اتنے میں ایک شخص گزرا جو ایک چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ شخص اُس دن حق پر ہوگا۔''

کعب کہتے ہیں: میں فوراً (یا کہا کہ جلدی کرتے ہوئے) دوڑ کر اس شخص کے بازوؤں سے پکڑ لیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ ہی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، یہی ہیں۔'' تو وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔

دوسری روایت میں ہے:

2 مُرَّةُ بْنُ كَعْبٍ، فَقَالَ: لَوْلَا حَدِيثٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قُمْتُ، وَذَكَرَ الْفِتَنَ فَقَرَّبَهَا، فَمَرَّ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ فِي ثَوْبٍ، فَقَالَ: ''هَذَا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدَى''. فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ. قَالَ: فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ فَقُلْتُ: هَذَا؟ قَالَ: ''نَعَمْ''. (رواه الترمذي 3704 وقال هذا حديث حسن صحيح)

ترجمہ: مرۃ بن کعب کہتے ہیں: اگر میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ سنی ہوتی تو (یہ بات) نہ بیان کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا اور انہیں قریب بتایا۔ اس دوران ایک شخص گزرا جو کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ شخص اُس دن ہدایت پر ہوگا۔''

مرۃ بن کعب کہتے ہیں: میں اس کے پاس گیا تو وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ تب میں نے ان کی طرف رخ کر کے عرض کیا: کیا یہی ہیں (وہ شخص)؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں۔''

3 عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً، فَقَالَ: "يُقْتَلُ فِيهَا هَذَا مَظْلُومًا". لِعُثْمَانَ. (رواه الترمذي 3708

وقال هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا اور فرمایا: ''اس میں یہ شخص مظلومانہ طور پر قتل کیا جائے گا" اور مراد عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

یہی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حق پر قرار دیا تھا بلکہ ان کی پیروی اور اتباع کی تلقین کی تھی۔

4 عَنْ مُرَّةَ الْبَهْزِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ، فَقَالَ: "كَيْفَ تَصْنَعُونَ فِي فِتْنَةٍ تَثُورُ فِي أَقْطَارِ الْأَرْضِ كَأَنَّهَا صَيَاصِي بَقَرٍ؟" قَالُوا: نَصْنَعُ مَاذَا يَا نَبِيَّ اللهِ؟ قَالَ: "عَلَيْكُمْ هَذَا وَأَصْحَابَهُ". أَوِ: "اتَّبِعُوا هَذَا وَأَصْحَابَهُ" قَالَ: فَأَسْرَعْتُ حَتَّى عَيِيتُ، فَلَحِقْتُ الرَّجُلَ، فَقُلْتُ: هَذَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: "هَذَا". فَإِذَا هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، فَقَالَ: "هَذَا وَأَصْحَابُهُ". وَذَكَرَهُ (أحمد 20372 وقال شعيب حديث صحيح)

ترجمہ: مرۃ بہزی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کی ایک راہ پر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تم اس فتنے میں کیا کرو گے جو زمین کے گوشوں گوشوں میں اس طرح بھڑکے گا جیسے بیل کے سینگ (چاروں طرف پھیل جاتے ہیں)؟"

صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ہم اس وقت کیا کریں گے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اس شخص اور اس کے اصحاب کے ساتھ رہنا" یا فرمایا: "اس شخص اور اس کے ساتھیوں کی پیروی کرنا"۔

مرۃ کہتے ہیں: میں فوراً تیزی سے بڑھا یہاں تک کہ تھک گیا، پھر اُس شخص تک پہنچا، اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ وہی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ہاں، یہی ہیں"۔

پتا چلا کہ وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"یہ اور ان کے ساتھی (ہدایت پر ہوں گے)"۔

اب وہ روایت بھی دیکھ لیجیے جس میں قاتلین عثمان کو منافق قرار دیا گیا ہے۔

5 عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَأَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَتْ إِحْدَانَا عَلَى الْأُخْرَى، فَكَانَ مِنْ آخِرِ كَلَامٍ كَلَّمَهُ أَنْ ضَرَبَ مَنْكِبَهُ وَقَالَ: "يَا عُثْمَانُ، إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عَسَى أَنْ يُلْبِسَكَ قَمِيصًا، فَإِنْ أَرَادَكَ الْمُنَافِقُونَ عَلَى خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْهُ حَتَّى تَلْقَانِي. يَا عُثْمَانُ، إِنَّ اللَّهَ عَسَى أَنْ يُلْبِسَكَ قَمِيصًا، فَإِنْ أَرَادَكَ الْمُنَافِقُونَ عَلَى خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْهُ حَتَّى تَلْقَانِي. ثَلَاثًا. فَقُلْتُ لَهَا: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، فَأَيْنَ كَانَ هَذَا عَنْكِ؟ قَالَتْ: نَسِيتُهُ وَاللَّهِ فَمَا ذَكَرْتُهُ. قَالَ: فَأَخْبَرْتُهُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ فَلَمْ يَرْضَ بِالَّذِي أَخْبَرْتُهُ حَتَّى كَتَبَ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، أَنِ اكْتُبِي إِلَيَّ بِهِ، فَكَتَبَتْ إِلَيْهِ بِهِ كِتَابًا۔

(أحمد 24566 وقال شعيب الأرنؤوط إسناده صحيح ورجاله ثقات)

ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا (کہ آپ ان سے گفتگو فرما رہے ہیں) تو ہم میں سے ہر ایک دوسری کی طرف متوجہ ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان سے کہے گئے آخری کلمات یہ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

"اے عثمان! قریب ہے کہ اللہ عز وجل تمہیں ایک قمیص پہنائے، پس اگر منافقین تمہیں اسے اتارنے پر مجبور کریں تو تم اسے مت اتارنا، یہاں تک کہ مجھ سے آ ملو۔ اے عثمان! قریب ہے کہ اللہ تمہیں ایک قمیص پہنائے، پس اگر منافق تمہیں اتارنے پر اکٹھے ہوں تو مت اتارنا، یہاں تک کہ مجھ سے ملاقات کرو۔"

(یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائی)۔ میں (راوی) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

"اے ام المؤمنین! پھر آپ نے یہ بات پہلے کیوں نہ بیان کی؟"

انہوں نے فرمایا:

”اللہ کی قسم! میں بھول گئی تھی، مجھے یاد ہی نہ رہا۔“

راوی کہتے ہیں: پھر میں نے یہ بات معاویہ بن ابی سفیان کو بتائی، لیکن انہیں اس پر اطمینان نہ ہوا جو میں نے بیان کیا، یہاں تک کہ انہوں نے ام المؤمنین عائشہؓ کو خط لکھا کہ آپ اسے لکھ کر مجھے بھیج دیں۔ تو انہوں نے ایک خط لکھ کر بھیج دیا۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ کے بارے میں پیشگی خبر دیتے ہوئے واضح طور پر فرمایا کہ منافقین آپؓ سے خلافت کا منصب چھیننے کی کوشش کریں گے مگر آپؓ اسے نہ چھوڑیئے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تاکیداً تین مرتبہ بیان فرمائی۔ جب نبیؐ نے فتنہ برپا کرنے والوں کو ”منافقین“ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حق پر ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی تو فتنوں کی ذمہ داریاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ڈالنا سراسر بے بنیاد الزام ہے۔

اگر ان احادیث صحیحہ کی روشنی میں مولانا سلمان صاحب سبائیوں کا جائزہ لیں تو ان کی کوشش کامیابی سے ہم کنار ہو جائے گی، اور ان پر یہ واضح ہو جائے گا، کہ وہ غلط جگہ پر تلاش جاری کیے ہوئے تھے، حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ۔

کیا صحابہؓ رضی اللہ عنہم معیار حق ہیں؟

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں زیر بحث اہم مسائل میں سے ایک یہ ہے کہ آیا صحابہ معیار حق ہیں یا نہیں؟ بعض لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ صحابہ معیار حق نہیں ہیں، جبکہ اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ صحابہ معیار ہیں۔ اس مسئلے کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اس کی تفصیل اور صحیح مفہوم کا تعین ضروری ہے۔

یہ سوال تفصیل طلب ہے، معیار حق کا مفہوم اگر یہ ہے کہ وہ معصوم ہیں اور قرآن وسنت کی طرح ان میں سے ہر فرد کو تشریعی حیثیت حاصل ہے، تو اس معنی میں وہ ہرگز معیار حق نہیں، اصلاً تشریعی حیثیت قرآن وسنت کو حاصل ہے، صحابہ معصوم نہیں ہیں اور جب معصوم نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے خطاء کا صدور ممکن ہے، اور جب خود ان سے خطاء سرزد ہو سکتی ہے اور ہوئی ہے تو وہ معیار حق نہیں ہیں، کیوں کہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا مطالبہ کیا گیا ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٢﴾

(سورہ آل عمران 32)

کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ منہ موڑیں تو (جان لو کہ) اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اسی مضمون کی متعدد آیات قرآنیہ موجود ہیں جن میں بندوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح احادیث نبویہ بھی اس حقیقت کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں کہ مطلق ومستقل اطاعت کا حق صرف اللہ اور اس کے رسول کو حاصل ہے۔

نیز نبی کریمؐ نے امت کو گمراہی سے بچنے کے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول کو مضبوطی سے تھامنے کی تلقین فرمائی ہے، لہٰذا کسی شخصیت کو اس معنی میں معیار حق قرار نہیں دیا جا سکتا کہ اس

کی ہر بات بلا دلیل واجب الاتباع ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترکتُ فیکم شیئَینِ، لن تضِلوا بعدهما: کتابَ اللهِ، و سُنَّتي، و لن یتفرَّقا حتی یَرِدا عليَّ الحوضَ۔ (رواه الحاکم والبزار وغیرهم وصححه الالبانی)

ترجمہ: میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، ان کے ساتھ رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے: اللہ کی کتاب اور میری سنت۔ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس پہنچیں گے۔

قال الإمام مالک: "ما مِنّا إلّا رادٌّ و مردود علیه، إلا صاحب هذا القبر؛ یُشیر إلی رسول الله -صلی الله علیه وسلم-" (نسبةُ هذا الکلام إلی مالک هو المشهور عند المتأخرین، وقد أخرجه ابن عبد البر في "جامع بیان العلم وفضله" (٢/٩٢٥)، وابن حزم في "أصول الأحکام" (٦/١٧٩) من قول الحکم بن عُتَیبة و مجاهد، وأورده تقي الدین السبکي في "الفتاوی" (١/١٣٨) من قول ابن عباس -متعجبًا من حسنه-، ثم قال: "وأخذ هذه الکلمة من ابن عباسٍ مجاهدٌ، وأخذها منهما مالک -رضي الله عنه-، واشتهرت عنه")

ترجمہ: امام مالک کا مشہور قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر ایک کا قول اختیار بھی کیا جا سکتا ہے اور ترک بھی کیا جا سکتا ہے۔

قال الشافعي -رحمه الله-: "... لأن الله جل ثناؤه أقام علی خلقه الحجة من وجهین، أصلهما في الکتاب: کتابه ثم سنة نبیه (الرسالة للشافعي، ص ٢٢١)

ترجمہ: شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"...... کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے اپنی مخلوق پر دو پہلوؤں سے حجت قائم کی ہے جس کی اصل کتاب (قرآن) میں ہے: ایک تو اللہ کی اپنی کتاب، اور دوسرا اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت۔"

امام احمد فرماتے ہیں: قال أبو داود: سمعتُ أحمد یقولُ: لیس أحد إلا ویؤخذ

من رأيه ويترك -يعني: ما خلا النبي -صلى الله عليه وسلم۔
"مسائل أبي داود" (١٧٨٦)

ابو داود کہتے ہیں: میں نے امام احمد کو یہ کہتے ہوئے سنا: "ایسا کوئی نہیں کہ جس کی رائے سے کچھ لیا نہ جائے اور کچھ چھوڑا نہ جائے سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

امام ابو حنیفہ کے پاس ایک شخص آیا،،

ودخل شخص الكوفة بكتاب: "دانيال" فكاد أبو حنيفة أن يقتله، وقال له أكتاب ثَمَّ غير القرآن والحديث، (قواعد التحديث 298)

ایک شخص کوفہ میں 'دانیال' علیہ السلام کی کتاب لے کر آیا تو قریب تھا کہ امام ابو حنیفہ اسے قتل کر دیں، اور اس سے کہا: کیا قرآن وحدیث کے علاوہ بھی کوئی کتاب ہے (جو سرچشمۂ ہدایت ہو)؟۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

فَلم يبح الله تَعالَى الرّد عِنْد التّنَازُع إِلَى أحد دون الْقُرْآن وَالسّنة، وَحرم بذلک الرّد عِنْد التّنَازُع إِلَى قَول قَائِل لِأَنَّهُ غير الْقُرْآن وَالسّنة، وَقد صَحّ إِجْمَاع الصّحَابَة كلهم أَوّلهمْ عَن آخِرهم وَإِجْمَاع التّابِعين أَوّلهمْ عَن آخِرهم على الِامْتِنَاع وَالْمَنْع من أَن يقْصد مِنْهُم (حجة الله البالغة 1/263)

ترجمہ: "چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نزاع اور اختلاف کی صورت میں رجوع کرنے کو قرآن وسنت کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف مباح (جائز) قرار نہیں دیا، اور اس طرح یہ حرام قرار دیا کہ نزاع کی حالت میں کسی کے قول کی طرف رجوع کیا جائے، کیونکہ وہ قرآن وسنت نہیں ہے۔ اور اس پر تمام صحابۂ کرامؓ کا ابتدا سے لے کر آخر تک اجماع ثابت ہے، اور تابعین کا بھی ابتدا سے لے کر آخر تک اجماع ثابت ہے کہ ان میں سے کسی کا مقصد یہ نہ ہو کہ (قرآن وسنت کے مقابلے میں) کسی قول کی طرف رجوع کیا جائے۔"

اس مکمل تفصیل سے معلوم ہوا کہ قرآن وسنت کو ہی اصلاً تشریعی حیثیت حاصل ہے، اور

قرآن وسنت ہی معیار حق ہیں، صحابہ کرام اس حیثیت سے معیار حق نہیں ہیں، لیکن صحابہ کرام کی ایک دوسری حیثیت بھی ہے۔

انہوں نے قرآن کے نزول کا مشاہدہ کیا تھا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے تھے، اور آپ صلی علیہ وسلم نے خودان کی تعلیم وتربیت فرمائی تھی، اس طرح ایک ایسی جماعت تیار ہوگئی تھی جو کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے معتبر، مستند اور سب سے افضل تھی، قرآن وسنت کی تفہیم وتشریح اوران مصادر کو صحیح طور پر سمجھنے میں یہی جماعت (صحابہ کرامؓ) معیار حق ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن پر شریعت کی نقل کا مدار ہے۔ انہی کے ذریعہ ہم تک قرآن کریم ثابت اور صحیح متواتر قرأتوں کے ساتھ منتقل ہوا، اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے قرآن سیکھا، سکھایا اور دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچایا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے کلام کی وضاحت اور تفسیر کرنے والے بھی یہی صحابہ کرام تھے، جیسے سیدنا عبداللہ بن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما۔ انہوں نے قرآن کے اسرار، آداب اور احکام کو واضح کیا اور امت تک پہونچایا۔

اسی طرح یہی حضرات اپنے علم، دیانت، عدالت اور مضبوط حافظے کے ذریعے سنتِ نبویہ کو بھی ہم تک پہونچایا۔ انہوں نے سنت کو محفوظ کیا، لکھا، اس کے صحیفے اور مجموعے تیار کیے اور کثیر روایات نقل کیں۔ پھر وہ مختلف علاقوں اور شہروں میں پھیل گئے اور اس انوارِ وحی کو اپنے ساتھ لے کر دنیا کے کونے کونے تک گئے، جس کے ذریعے دلوں کو منور کیا، خطوں کو فتح کیا اور بندگانِ خدا کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔

ان حقائق کی کچھ تفصیل ہم قرآن کریم کی آیات اور خاتم النبیین کی احادیث کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔

قرآن میں ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ

مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔ تم انہیں رکوع اور سجدے میں دیکھو گے، وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ ان کے چہروں پر سجدے کے اثر سے ان کی پہچان ہے۔''

اس آیت میں حضرات صحابہ کرام کے چند خصائل بیان کئے گئے ہیں کہ وہ کافروں پر سخت، آپس میں رحم دل ہیں۔ عبادت گزار، کثرت سے رکوع وسجود کرنے والے، فضل الٰہی کے طالب ہیں۔

لَا یَسۡتَوِیۡ مِنۡکُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعۡظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَقٰتَلُوۡا ؕ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰی ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ ﴿۱۰﴾ [الحدید۱۰]

ترجمہ: ''تم میں سے وہ لوگ (درجہ میں) برابر نہیں ہیں جنہوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور قتال کیا۔ وہ لوگ ان لوگوں سے درجہ میں زیادہ ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور قتال کیا۔ اور اللہ نے سب سے حسنٰی کا وعدہ فرمایا ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے خوب باخبر ہے''۔

یہ حسنٰی کیا ہے؟

اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَہُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی ۙ اُولٰٓئِکَ عَنۡہَا مُبۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا یَسۡمَعُوۡنَ حَسِیۡسَہَا ۚ وَہُمۡ فِیۡ مَا اشۡتَہَتۡ اَنۡفُسُہُمۡ خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ: بیشک جن لوگوں کے لیے پہلے ہی ہماری طرف سے حسنٰی مقرر ہو چکی ہے وہ اس (جہنم) سے دور رکھے جائیں گے۔ وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ ان (نعمتوں) میں ہمیشہ رہیں گے جن کی ان کے دل خواہش کریں گے۔''

معلوم ہوا کہ مذکورہ آیات میں حسنٰی سے مراد جنت ہے اور اللہ نے تمام صحابہ سے حسنٰی کا

وعدہ فرمایا ہے، اس لئے تمام صحابہ جنتی ہیں۔

وقال أبو محمد بن حزم: "الصحابة كلهم من أهل الجنة قطعا ("الفصل" (٢٢٥/٤-٢٢٦)۔

علامہ ابن حزم مذکورہ بالا آیتوں سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صحابہ یقینی طور پر سب کے سب جنتی ہیں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ (آلِ عمران:١١٠)

ترجمہ: تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم نیک بات کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو،

اس آیت میں مذکورہ فضیلت کے اولین مصداق حضرات صحابۂ کرام ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ (البقرۃ:١٤٣)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک درمیانی امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔"

صحابۂ کرام کی فضیلت ومنقبت میں قرآن کریم میں بے شمار آیات مذکور ہیں، یہاں بطور نمونہ چند آیات پیش کی گئی ہیں۔ جن میں ان کی اللہ اور اس کے رسول سے سچی محبت، دین اسلام کی خاطر جان ومال کی بے مثال قربانی، راہِ خدا میں فراخ دلی سے خرچ، خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت الٰہی، فضلِ خداوندی کا طالب، دینِ حق کی دعوت وتبلیغ، یقین کامل کے ساتھ ایمان پر ثابت قدمی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع واطاعت جیسے عظیم اوصاف اور وعدۂ جنت کو نہایت شان کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں صحابہ کی تعریف وستائش، ان کے ایمان، اخلاص، قربانیوں اور اللہ کے نزدیک ان کے بلند مقام ومرتبہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں ایک دو احادیث ذکر کی جاتی ہیں:

خَيْرُ النّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ۔ (بخاری 6429)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے۔"

اس ارشادِ نبوی سے واضح ہوتا ہے کہ امتِ مسلمہ میں سب سے افضل صحابۂ کرام ہیں۔

لا تَسُبُّوا أَصْحابِي، فلوْ أنَّ أحَدَكُمْ أنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، ما بَلَغَ مُدَّ أحَدِهِمْ ولا نَصِيفَهُ۔ (بخاری 3637)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو، کیونکہ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی اُن کے ایک مُد (یعنی کھانے کی ایک چھوٹی پیمائش) بلکہ اُس کا آدھا بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس امت میں حضرات صحابۂ کرام کا مقام و مرتبہ سب سے بلند و بالا ہے۔

إنَّ اللّٰهَ اختارَني و اختارَ لي أصحابًا و جعلَ لي مِنهم وزراءَ و أنصارًا و أصهارًا فمن سبَّهم فعليهِ لعنةُ اللّٰهِ و الملائِكةِ و النّاسِ أجمعينَ لا يقبلُ اللّٰہ منهُ صَرفًا و لا عدلًا (أخرجه الطبراني وغيره وحسنه الحافظ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے ساتھی بھی منتخب فرمائے، اور ان میں سے میرے مددگار اور وزراء اور سسرالی رشتہ دار بنائے۔ تو جس نے ان (میرے اصحاب) کو بُرا کہا، اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ کی اس سے نہ کوئی نفل عبادت قبول فرمائے گا اور نہ ہی کوئی فرض۔"

اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کی فضیلت ومنقبت بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جوان کو بُرا کہے گا اس پر لعنت ہے۔

ان آیات اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں اس جماعت کے تعلق سے ایک خاکہ یہ بھی بنتا ہے کہ أنبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے أفضل جماعت اور سب سے خیر والی جماعت صحابہؓ کی تھی۔

صحابۂ کرام ایمان کے بارے میں معیار ہیں

اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام کے ایمان کو معیار قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِنْ ءَامَنُوا بِمِثْلِ مَا ءَامَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا

ترجمہ: ”پس اگر وہ بھی اسی طرح ایمان لائے جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت پاگئے۔“

علامہ قرطبی اس آیت کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا﴾ الْخِطَابُ لِمُحَمَّدٍ ﷺ وَأُمَّتِهِ. الْمَعْنَى: فَإِنْ آمَنُوا مِثْلَ إِيمَانِكُمْ، وَصَدَّقُوا مِثْلَ تَصْدِيقِكُمْ فَقَدِ اهْتَدَوْا، فَالْمُمَاثَلَةُ وَقَعَتْ بَيْنَ الْإِيمَانَيْنِ (تفسير القرطبي)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا﴾

کا خطاب حضور اکرم ﷺ، صحابۂ کرام اور آپ ﷺ کی امت سے ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دوسرے لوگ بھی اسی طرح ایمان لائیں جیسے تم ایمان لائے ہو اور تمہاری طرح تصدیق کریں، تو وہ ہدایت یافتہ شمار ہوں گے۔اس آیت میں مماثلت دونوں کے ایمانوں کے درمیان واقع ہوئی ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کا ایمان حق وہدایت کا معیار ہے“۔

اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور دین اسلام پر صحابہ کا ایمان محض زبانی دعویٰ نہ تھا بلکہ انہوں نے ہجرت، نصرتِ دین، جہاد، ہر قسم کی مالی وجانی قربانی اور محبت والفت کے ذریعہ اپنے ایمان کی عملی شہادت پیش کی۔یہی چیزیں انہیں امت میں ممتاز و بلند مقام عطا کرتی ہیں۔

چنانچہ حدیث میں ہے

لا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حتّى أكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِن وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنّاسِ أَجْمَعِينَ (بخاری)

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔

وہ اس حدیث پر عامل ہی نہیں بلکہ اس کے مجسم پیکر تھے۔

أسماء وصفات اور الٰہیات کے باب میں ملاحدہ نے جو بحثیں پیدا کردی ہیں اس میں بھی صحابہ کے قول کو مرجعیت حاصل رہے گی۔

چنانچہ امام اہل سنت امام احمد بن حنبل سے منقول ہے:

ورد عنه قوله: "أصول السنة عندنا التمسك بما كان عليه أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم والاقتداء بهم وترك البدع وكل بدعة فهي ضلالة، وترك الخصومات والجلوس مع أصحاب الأهواء، وترك المراء والجدال والخصومات في والسنة عندنا آثار رسول الله صلى الله عليه وسلم، والسنة تفسر القرآن وهي دلائل القرآن، وليس في السنة قياس، ولا تضرب لها الأمثال ولا تدرك بالعقول ولا الأهواء إنما هي الاتباع وترك الهوى. (السنة للالكائي (۱/۱٥٦)

وقال وقال أيضا: "الاتباع أن يتبع الرجل ما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه ثم هو بعد مع التابعين مخير (إيقاظ همم أولي الأبصار (ص ۱۱۳)

ترجمہ: امام احمد بن حنبل (امام اہل سنت) نے فرمایا:

"ہمارے نزدیک سنت کے اصول یہ ہیں کہ آدمی اُن (طریقوں) پر قائم رہے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے، اُن کی اقتداء کرے، بدعات کو ترک کرے، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے، جھگڑوں کو ترک کردے، اہلِ خواہش و بدعت والوں کے پاس بیٹھنے سے بچے اور کج بحثی، جدال اور خصومت کو چھوڑ دے۔ ہمارے نزدیک سنت کے اصول، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آثار (احادیث) ہیں۔ سنت قرآن کی تفسیر

ہے، اور سنت ہی قرآن کے دلائل ہیں۔ سنت میں قیاس نہیں ہے، نہ اس کے لیے مثالیں گھڑی جاتی ہیں، نہ ہی عقلوں اور خواہشات سے اس کو سمجھا جاسکتا ہے۔ سنت صرف اتباع ہے اور خواہشِ نفس کو چھوڑ دینا ہے۔"

(السنة للالكائي ١/١٥٦)

انہوں نے یہ بھی فرمایا:

"اتباع یہ ہے کہ آدمی اُس چیز کی پیروی کرے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے صحابہ سے منقول ہے، پھر اس کے بعد تابعین کے معاملے میں وہ اختیار پر ہے (چاہے ان کی پیروی کرے یا نہ کرے)"۔

(إيقاظ همم أولي الأبصار ص ١١٣)

صحابۂ کا مقام تفسیر کے باب میں

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں، فإن قال قائل: فما أحسن طرق التفسير؟

فالجواب: إن أصح الطرق في ذلک أن يفسر القرآن بالقرآن، فما أُجمِل في مكان فإنه قد فُسِّر في موضع آخر, وما اختُصر في مكان فقد بُسِطَ في موضع آخر.

فإن أعياک ذلك، فعليک بالسنة، فإنها شارحة للقرآن وموضحة له،،،،

وحينئذٍ إذا لم نجد التفسير في القرآن ولا في السنة رجعنا في ذلک إلى أقوال الصحابة، فإنهم أدرى بذلک لما شاهدوه من القرآن، والأحوال التي اختصوا بها؛ ولما لهم من الفهم التام، والعلم الصحيح، والعمل الصالح، لا سيما علماؤهم وكبراؤهم؛ كالأئمة الأربعة الخلفاء الراشدين، والأئمة المهديين؛ مثل: عبد الله بن مسعود؛

(انظر مقدمة فی اصول التفسير لابن تيميه, ومقدمة القرآن العظيم لابن كثير والإتقان للسيوطی)

ترجمہ: اگر کوئی پوچھے: تفسیر قرآن کا سب سے بہترین طریقہ کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تفسیر کا سب سے صحیح طریقہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن کی جائے، کیوں کہ جو بات ایک مقام پر مجمل بیان ہوئی ہے وہ کسی دوسرے مقام پر تفصیل کے ساتھ مذکور ہوتی ہے، اور جو کسی جگہ مختصراً آئی ہے، وہ دوسری جگہ پوری وضاحت کے ساتھ بیان کردی گئی ہے۔

اور اگر قرآن سے تفسیر معلوم نہ ہو سکے تو سنتِ نبوی کی طرف رجوع کرنا چاہئے کیوں کہ سنت قرآن کی شارح، اس کی وضاحت کرنے والی اور اس کے معانی کو کھول کر بیان کرنے والی ہے۔ پھر اگر قرآن وسنت، دونوں میں کسی آیت کی تفسیر نہ ملے تو اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کیا جائے، اس لئے کہ وہ قرآن کے معانی کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

انہوں نے نزول قرآن کا مشاہدہ کیا، ان حالات و واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جن میں آیات نازل ہوئیں اور انہیں کامل فہم، صحیح علم اور نیک عمل کی دولت حاصل تھی۔ خصوصا ان کے بڑے علماء اور اکابر جیسے خلفائے راشدین، ائمۂ ہدایت تھے مثلاً عبداللہ بن مسعود (جنہیں تفسیرِ قرآن میں نمایاں مقام حاصل تھا)۔

اور محققین کی جماعت جیسے ابن حجر وغیرہ فرماتے ہیں:

قال ابن حجر: على أن أقوال الصحابة في التفسير لها حكم المرفوع إلى النبي صلى الله عليه وسلم بشرطين: الأول: أن يكون مما لا مجال للرأي فيه، كأسباب النزول، وأحوال القيامة، واليوم الآخر ونحوها.

الثاني: ألا يكون الصحابي معروفا بالأخذ عن أهل الكتاب الذين أسلموا، أي غير معروف برواية الإسرائيليات۔ (نزهة النظر شرح نخبة الفكر ص ٤٣)

ترجمہ: ابن حجر فرماتے ہیں: صحابہ کے تفسیری اقوال کو دو شرطوں کے ساتھ حدیثِ مرفوع کی حیثیت حاصل ہے:

(۱) تفسیر میں ایسی کوئی بات نہ ہو جس میں اُن کی ذاتی رائے کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ جیسے اسبابِ نزول، احوالِ قیامت اور یومِ آخرت وغیرہ۔

(۲) صحابی ان اہلِ کتاب سے جو اسلام قبول کر چکے تھے، روایات نقل کرنے کے لئے معروف نہ ہو یعنی وہ اسرائیلی روایات بیان کرنے میں مشہور نہ ہو۔

وصورتها أن لا يكون في المسألة نصّ يخالفه، ويقول في الآية قولًا لا يخالفه فيه أحد من الصحابة، (أنظر أعلام الموقعين 4/635)

یہ شکل اس وقت ہے۔

ترجمہ: لیکن جب وہ اپنی جانب سے کوئی تفسیر کریں اور وہ نص کی مخالف نہ ہو اور صحابہ میں سے کوئی قول اس کے خلاف مروی نہ ہو تو ہو حجت ہوگا۔

حاصل کلام یہ کہ تفسیر کے باب میں وہ (مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ) معیار ہیں۔

نقل حدیث میں معیار

جس طرح آپ صلی علیہ وسلم نے اللہ تعالی کا پیغام صحابہ تک پہنچایا اسی طرح اس کو آگے امت تک پہنچانے کی ذمہ داری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے سپرد کی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بَلِّغوا عَنِّي ولو آيَةً"

ترجمہ: میری طرف سے لوگوں کو پہنچادو، اگر چہ ایک آیت ہی ہو۔ (بخاری)

اسی طرح ایک روایت میں ہے:

خطبَ رسولُ اللهِ ﷺ يومَ النَّحرِ فقالَ ليبلِّغِ الشّاهدُ الغائبَ فإنَّهُ رُبَّ مبلَّغٍ يبلغُهُ أوعى لهُ من سامعٍ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے یوم النحر (قربانی کے دن) خطبہ دیا اور فرمایا:

"جو حاضر ہے وہ غائب تک (میرا پیغام) پہنچا دے، کیونکہ بسا اوقات جسے بات پہنچائی جاتی ہے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والا اور سمجھنے والا ہوتا ہے۔" (بخاری)

صحابۂ کرام نے جس امانت و دیانت کے ساتھ اس ذمہ داری کو ادا کیا ہے، کتب حدیث، کتب سیر اور کتب مغازی اس پر شاہد ہیں۔

اسی لئے امت نے نقل حدیث کے باب میں صحابہ کو ہر قسم کی جرح و تعدیل سے بلند تسلیم کیا۔ چنانچہ اہلسنت کے نزدیک وہ عادل ہیں "الصحابة كلهم عدول" کا قاعدہ معروف ہے۔

وقال الحافظ ابن حجر في الإصابة (۱/۱۷) : (واتّفق أهلُ السنّة على أنّ الجميعَ عدولٌ، ولَم يخالف في ذلك إلاّ شذوذ من المبتدعة)

ابن حجرؒ الاصابہ میں فرماتے ہیں:

”اہل سنت کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہؓ عادل ہیں، اور اس بات میں صرف کچھ منحرف بدعتی مخالفت کرتے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی ان پر جرح کرنے کو زندقہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ ابو زرعہ کا قول نقل کیا گیا ہے: ويقول أبو زرعة الرازي رحمه الله:

”إذا رأيت الرجلَ ينتقصُ أحداً من أصحاب رسول الله صَلِّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلِّمَ فاعلم أنّه زنديقٌ، وذلک أنّ رسول الله صَلِّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلِّمَ عندنا حقٌّ والقرآن حقٌّ، وإنّما أدّى إلينا هذا القرآنَ والسننَ أصحابُ رسول الله صَلِّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلِّمَ وإنّما يريدون أن يجرحوا شهودَنا ليُبطلوا الكتاب والسنة، والجرحُ بهم أولى وهم زنادقةٌ“ (الكفاية الخطيب)

امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابی کی تنقیص (گستاخی یا عیب جوئی) کرتا ہے تو جان لو کہ وہ شخص زندیق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق ہیں، اور قرآن (مجید) بھی حق ہے، اور یہ قرآن اور سنت ہمیں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ ہی نے پہنچائے ہیں۔ تو جو لوگ صحابۂ کرام پر طعن کرتے ہیں، ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ ہمارے گواہوں کو مجروح کریں تاکہ کتاب وسنت کو باطل کرسکیں۔ اس لیے ایسے لوگوں پر جرح (اور برا کہنا) زیادہ موزوں ہے اور وہ حقیقت میں زندیق ہیں“۔

اجتہاد اور رائے میں معیار

شریعت کے اصل مآخذ دو ہیں قرآن وسنت، اور قرآن وسنت سے متفق علیہ طور پر دو دلیلیں اجماع اور قیاس ثابت ہیں جن کے ذریعہ سے ہر زمانے میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو آپ صلی علیہ وسلم نے جب یمن بھیجا تو ان سے دریافت کیا۔

أنَّ رسولَ اللهِ صلّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ لمّا بعثهُ إلى اليمنِ قالَ: لهُ كيفَ تقضي إذا عرضَ لكَ قضاءٌ؟ قالَ: أقضي بكتابِ اللهِ قالَ: فإن لم تجِدْ في كتابِ اللَّهِ؟ قالَ: فبِسُنَّةِ رسولِ اللهِ قالَ: فإن لم تجِدْ في كتابِ اللهِ، ولا في سنَّةِ رسولِ اللهِ؟ قالَ أجتهِدُ رأيي، ولا آلو قالَ: فضربَ رسولُ اللهِ صلّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ صدرَهُ وقالَ: الحمدُ للهِ الَّذي وفَّقَ رسولَ رسولِ اللهِ لما يُرضي رسولَ اللهِ۔ (أحمد وقال ابن كثير حسن مشهور وقد ذكرت له طرقا شواهد)

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا:

''تم قضا (فیصلہ) کیسے کرو گے جب کوئی مقدمہ تمہارے سامنے آئے گا؟''

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔''

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ تو؟''

انہوں نے کہا:

''اللہ کے رسول کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اگر اللہ کی کتاب اور رسول کی سنت میں (صاف) نہ پاؤ تو؟“

انہوں نے کہا:

”تو میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی نہیں کروں گا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو ان کے سینے پر مارا اور فرمایا:

”اللہ کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو اس بات کی رہنمائی کی جو اللہ کے رسول کو راضی کرتی ہے۔“

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

فَإِنَّ الْكَلَامَ فِي أُصُولِ الْفِقْهِ وَتَقْسِيمِهَا إلَى: الْكِتَابِ؛ وَالسُّنَّةِ؛ وَالْإِجْمَاعِ؛ وَاجْتِهَادِ الرَّأْيِ؛ وَالْكَلَامِ فِي وَجْهِ دَلَالَةِ الْأَدِلَّةِ الشَّرْعِيَّةِ عَلَى الْأَحْكَامِ: أَمْرٌ مَعْرُوفٌ مِنْ زَمَنِ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانِ؛ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَهُمْ كَانُوا أَقْعَدَ بِهَذَا الْفَنِّ وَغَيْرِهِ مِنْ فُنُونِ الْعِلْمِ الدِّينِيَّةِ مِمَّنْ بَعْدَهُمْ وَقَدْ كَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - إلَى شريح: اقْضِ بِمَا فِي كِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَبِمَا فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَبِمَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ - وَفِي لَفْظٍ - فَبِمَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَجْتَهِدَ رَأْيَك. وَكَذَلِكَ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَحَدِيثُ مُعَاذٍ مِنْ أَشْهَرِ الْأَحَادِيثِ عِنْدَ الْأُصُولِيِّينَ۔

(مجموع الفتاوی 20/401)

ترجمہ: بیشک اصولِ فقہ اور ان کی تقسیم یعنی: کتاب (قرآن)، سنت، اجماع، اور اجتہادِ رائے پر گفتگو، اور شرعی دلائل کے احکام پر دلالت کرنے کے طریقے پر کلام، یہ ایسا معروف امر ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے زمانے سے چلا آرہا ہے، پھر ان کے بعد آنے والے تابعین اور ان کے بعد کے ائمہ مسلمین بھی اسے اختیار کرتے رہے۔ ان کے بعد آنے والوں کی نسبت اس فن اور دوسرے دینی علوم میں کہیں زیادہ گہری بصیرت رکھنے والے تھے۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

نے شریح (قاضی) کو لکھا: اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرو، اگر وہاں نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کرو، اور اگر وہ بھی نہ ملے تو جس پر مسلمانوں کا اجماع ہو۔ اور ایک روایت میں (الفاظ اس طرح ہیں): "تو اُن فیصلوں کے مطابق فیصلہ کرنا جو نیک لوگوں نے کیا ہے، اور اگر وہاں بھی نہ پائے تو اگر چاہو تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو" اور اسی طرح ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ سے بھی یہی بات منقول ہے۔ اور حضرت معاذؓ کی حدیث اصولیوں کے نزدیک سب سے مشہور احادیث میں سے ہے،

صحابۂ کرام کا اگر کسی بات پر اجماع ہو جائے تو بالاتفاق حجت ہے، لیکن اگر ان کے یہاں اختلاف ہو تو ائمہ اربعہ کے یہاں کچھ اختلاف ہے، جس کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

1- چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

نعيم بن حماد: ثنا ابنُ المبارك قال: سمعت أبا حنيفة يقول: إذا جاء عن النبي -صلى اللهِّ عليه وسلم- فعلى الرأس والعين، وإذا جاء عن الصحابة نختار من قولهم وإذا جاء عن التابعين زاحمناهم (رواه البيهقي في "المدخل" (رقم ٤٠) مقولة أبي حنيفة، وذكرها الذهبي, فى مناقب أبى حنيفه وابن عبد البر في "الانتقاء" (١٤٤)

نعیم بن حماد کہتے ہیں: عبداللہ بن المبارک نے بیان کیا، میں نے امام ابوحنیفہ کو فرماتے ہوئے سنا:

"جب (کوئی بات) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے آئے تو وہ ہمارے سر اور آنکھوں پر ہے۔ اور جب یہ (قول) صحابۂ کرام سے آئے تو ہم ان کے اقوال میں سے اختیار کرتے ہیں۔ اور جب تابعین کی طرف سے (کوئی بات) آئے تو ہم بھی ان کے ساتھ اجتہاد میں شریک ہوتے ہیں (یعنی اُن کے ہم مرتبہ ہیں، بلا مجبوری ان پر پابند نہیں ہیں)۔"

اور ایک روایت میں ہے:

وروي عنه قوله: "آخذ بكتاب الله، فما لم أجد فبسنة رسول الله صلى الله

عليه وسلم، فإن لم أجد في كتاب الله ولا سنة أخذت بقول أصحابه، آخذ بقول من شئت منهم، وأدع قول من شئت منهم ولا أخرج من قولهم إلى قول غيرهم...

(المدخل إلى السنن (ص ٢٠٤)

ترجمہ: ''اور اُن سے یہ قول بھی مروی ہے: میں کتاب اللہ کو اختیار کرتا ہوں، پھر جو بات اس میں نہ پاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو لیتا ہوں۔ پھر اگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ پاؤں تو صحابۂ کرام کے اقوال لیتا ہوں۔ اُن میں سے جس کا چاہوں قول اختیار کرتا ہوں اور جس کا چاہوں ترک کر دیتا ہوں، لیکن اُن کے اقوال سے ہٹ کر کسی اور کا قول نہیں لیتا۔'' (المدخل إلی السنن، ص 204)

امام سرخسی نے اس بابت اصول میں ایک فصل قائم کی ہے:

''فصل فِي تَقْلِيد الصَّحَابِيّ إِذا قَالَ قولاً وَلَا يعرف لَهُ مُخَالف''

حكى أَبُو عَمْرو بن داني كاالطِّبَرِيّ عَن أبي سعيد البردعي رَحمَه الله أنه كَانَ يَقُول قَول الْوَاحِد من الصَّحَابَة مقدم على الْقيَاس يتْرك الْقيَاس بقوله وعَلى هَذَا أدركنا مَشَايِخنَا وَذكر أَبُو بكر الرَّازِيّ عَن أبي الْحسن الْكَرْخِي رَحمَه الله أَنه كَانَ يَقُول أرى أَبَا يُوسُف يَقُول فِي بعض مسَائِله الْقيَاس كَذَا إِلَّا أَنِّي تركته للأثر وَذَلِك الْأَثر قَول وَاحِد من الصَّحَابَة فَهَذِهِ دلَالَة بَيِّنَة من مذْهبه على تَقْدِيم قَول الصَّحَابِيّ على الْقيَاس۔ (اصول السرخسی 2/105)

وقال الإمام السرخسي بعد نقل الأمثلة

فعرفنَا أَن عمل عُلَمَائِنَا بِهَذَا فِي مسائلهم مُخْتَلف (أيضا)

فصل: صحابہ کے قول کی تقلید کے بارے میں، جب کسی صحابی کا قول ہو اور اس کے مخالف میں کوئی نہ ہو ابوعمرو بن دانیکا الطبری نے ابوسعید البردعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے:

''صحابہ کے ایک فرد کا قول قیاس پر مقدم ہے، اور اس کے قول کی وجہ

سے قیاس ترک کر دیا جاتا ہے، اور ہمارے مشائخ کو ہم نے اسی طریق پر پایا ہے۔“

اور ابو بکر الرازی نے ابو الحسن الکرخی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے:

”میں دیکھتا ہوں کہ بعض مسائل میں ابو یوسف کا یہ کہنا ہوتا ہے کہ قیاس اس طرح ہے، لیکن میں نے اسے ایک اثر کی وجہ سے چھوڑ دیا، اور وہ اثر دراصل کسی ایک صحابی کا قول ہوتا تھا۔“

پس یہ ان کے مذہب پر واضح دلیل ہے کہ وہ صحابی کے قول کو قیاس پر مقدم رکھتے تھے۔ (اصول السرخسی، جلد 2، ص 105)

اور امام سَرَخسی نے ان مثالوں کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

”پس ہم نے جان لیا کہ ہمارے علماء کا عمل اس مسئلہ میں مختلف رہا ہے۔“ (ایضا)

امام السرخسی امام بردعی کے قول کی توجیہ بیان کرتے ہیں:

وَجه مَا ذهب إِلَيْهِ أَبُو سعيد البردعي وَهُوَ الْأَصَح أَن فَتْوَى الصَّحَابِيّ فِيهِ احْتِمَال الرِّوَايَة عَمَّن ينزل عَلَيْهِ الْوَحْي فقد ظهر من عَادَتهم أَن من كَانَ عِنْده نَص فَرُبمَا روى وَرُبمَا أفتى على مُوَافقَة النَّص مُطلقًا من غير الرِّوَايَة وَلَا شكّ أَن مَا فِيهِ احْتِمَال السماع من صَاحب الْوَحْي فَهُوَ مقدم على مَحْض الرَّأْي فَمن هَذَا الْوَجْه تَقْدِيم قَول الصَّحَابِيّ على الرَّأْي بِمَنْزِلَة تَقْدِيم خبر الْوَاحِد على الْقيَاس وَلَئِن كَانَ قَوْله صادرا عَن الرَّأْي فرأيهم أقوى من رَأْي غَيرهم لأَنهم شاهدوا طَرِيق رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي بَيَان أَحْكَام الْحَوَادِث وشاهدوا الْأَحْوَال الَّتِي نزلت فِيهَا النُّصُوص والمحال الَّتِي تَتَغَيَّر باعتبارها الْأَحْكَام فبهذه الْمعَانِي يتَرَجَّح رَأْيهمْ على رَأْي من لم يُشَاهد شَيْئا من ذَلِك وَعند تعَارض الرأيين إِذا ظهر لأَحَدهمَا نوع تَرْجِيح وَجب الْأَخْذ بذلك فَكَذَلِك إِذا وَقع التَّعَارُض بَين رَأْي الْوَاحِد منا

ورأي الْوَاحِد مِنْهُم يجب تَقْدِيم رَأْيه على رَأينَا لِزِيَادَة قُوَّة فِي رَأْيه(أصول السرخسی2/108)

ترجمہ: امام سرخسی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"امام ابوسعید بردعی کا جوموقف ہے وہی زیادہ صحیح ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابی کا فتویٰ اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ وہ دراصل اس ہستی سے روایت کر رہے ہیں جن پر وحی نازل ہوتی تھی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے)۔ کیونکہ ان کے معمول اور عادت سے معلوم ہوا ہے کہ جب ان کے پاس کوئی نص (واضح دلیل) ہوتی تو کبھی وہ روایت بیان کردیتے اور کبھی بلا روایت محض فتویٰ دے دیتے جو بہر حال نص کے مطابق ہوتا۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسی بات جس میں احتمال ہو کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سننے کی بنیاد پر ہے، وہ محض رائے پر مقدم ہوگی۔ اسی وجہ سے صحابہ کے قول کو رائے پر اسی طرح ترجیح دی جاتی ہے جیسے خبر واحد کو قیاس پر۔ اور اگر بالفرض ان کا قول رائے سے صادر ہوا ہے تو بھی ان کی رائے دوسروں کی رائے سے زیادہ قوی ہے، کیوں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نئے پیش آنے والے مسائل کے احکام کو کس طرح بیان فرماتے تھے، نیز وہ ان حالات کے گواہ ہیں جن میں نصوص نازل ہوئے اور ان جگہوں اور اسباب کو بھی جانتے تھے جو احکام کے بدلنے کا باعث بنتے ہیں۔

پس ان تمام معانی کی بنیاد پر ان کی رائے دوسروں کی رائے پر راجح ہوگی۔ اور جب دو آراء میں تعارض ہو تو جس میں کسی قسم کا ترجیحی پہلو ظاہر ہو جائے اُس کو لینا واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا جب ہم میں سے کسی ایک کی رائے اور ان (صحابہ) میں سے کسی ایک کی رائے میں تعارض واقع ہو تو ان

کی رائے کو ہماری رائے پر ترجیح دینا واجب ہے، کیوں کہ ان کی رائے میں زیادہ قوت ہوتی ہے۔" (أصول السرخسي 108/2)

2- امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:

وأما قول الصحابي فهو حجة عند مالك والشافعي في قوله القديم مطلقاً (شرح تنقيح الفصول للقرافي 445)

ترجمہ: اور رہا صحابی کا قول (رائے دینا) تو امام مالک کے نزدیک اور امام شافعی کے قدیم قول کے مطابق مطلق طور پر حجت ہے۔" (شرح تنقيح الفصول للقرافي، ص 445)

3- امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

قول صحابی مطلقاً حجت ہے (یہ ان کا قدیم قول تھا)، اور جدید میں دو قول ہیں۔

علامہ زرکشی فرماتے ہیں:

قال الزركشي في "البحر المحيط" (٦/٦٠): "والحاصل عن الشافعي أقوال:

أحدها: إنه حجة مقدمة على القياس، كما نص عليه في "اختلافه مع مالك"، وهو من الجديد.

والثاني: إنه ليس بحجة مطلقًا، وهو المشهور بين الأصحاب أنه الجديد.

الثالث: إنه حجة إذا انضم إليه قياس، فيقدم حينئذ على قياس ليس معه قول صحابي، كما أشار إليه في "الرسالة"، ثم ظاهر كلامه فيها أن يكون القياسان مستاويين"

زرکشی نے "البحر المحیط" (ج6، ص60) میں تحریر کرتے ہیں:

اور خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی سے تین اقوال منقول ہیں:

ایک یہ کہ صحابی کا قول حجت ہے اور قیاس پر مقدم ہوگا، جیسا کہ انہوں نے "اختلافہ مع مالک" میں تصریح کی ہے، اور یہ اُن کے مسلکِ جدید کی کتاب ہے۔

دوسرا یہ کہ صحابی کا قول بالکل حجت نہیں، اور یہی اصحاب شافعی کے درمیان مشہور ہے

کہ یہی اُن کا نیا مسلک ہے۔

تیسرا یہ کہ جب صحابی کے قول کے ساتھ قیاس بھی موجود ہو تو وہ حجت ہوگا، اور اس صورت میں اُس کو ایسے قیاس پر ترجیح دی جائے گی جس کے ساتھ کوئی صحابی کا قول نہ ہو، جیسا کہ انہوں نے ''الرسالۃ'' میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر ''الرسالۃ'' کے ظاہر الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ دونوں قیاس برابر کے درجے میں ہوں۔''

تنبیہ:۔ اجماع صحابہ سب کے نزدیک حجت ہے، لیکن اجماع سکوتی کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک حجت نہیں ہے، لیکن امام نووی اس کی تردید فرماتے ہیں،

وَقَالَ النَّوَوِيّ فِي شَرْحِ الْوَسِيطِ": لَا تَغْتَرَّنَّ بِإِطْلَاقِ الْمُتَسَاهِلِ الْقَائِلِ بِأَنَّ الْإِجْمَاعَ السُّكُوتِيِّ لَيْسَ بِحُجَّةٍ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ، بَلْ الصَّوَابُ مِنْ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ أَنَّهُ حُجَّةٌ، وَإِجْمَاعٌ. وَهُوَ مَوْجُودٌ فِي كُتُبِ أَصْحَابِنَا الْعِرَاقِيِّينَ فِي الْأُصُولِ، وَمُقَدِّمَاتِ كُتُبِهِمْ الْمَبْسُوطَةِ فِي الْفُرُوعِ، كَتَعْلِيقَةِ" الشَّيْخِ أَبِي حَامِدٍ، وَالْحَاوِي"، وَمَجْمُوعِ الْمَحَامِلِيّ". وَالشَّامِلِ" وَغَيْرِهِمْ. انْتَهَى.(6/458)

ترجمہ: امام نووی ''شرح الوسیط'' میں فرماتے ہیں:

''تم ہرگز تساہل سے گفتگو کرنے والے شخص کے مطلق قول سے دھوکہ نہ کھاؤ جس نے کہا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک اجماعِ سکوتی حجت نہیں ہے بلکہ درست بات یہ ہے کہ امام شافعی کے مذہب میں یہ اجماع حجت ہے اور اجماع ہی ہے۔ اور یہ بات ہمارے عراقی اصحاب کے اصول کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ موجود ہے، نیز ان کی فقہی تفصیلی کتابوں کے مقدمات میں بھی ہے، جیسے شیخ ابو حامد کی تعلیقہ، اور 'الحاوی'، اور محاملی کی 'مجموع'، اور 'الشامل' وغیرہ میں۔''

اسی طرح امام شافعی کے قول جدید کے تعلق سے مشہور ہے کہ حجت نہیں ہے، لیکن

محققین کو اس رائے سے اختلاف ہے۔

علامہ زرکشی فرماتے ہیں:

ثُمَّ قَالَ: الشافعی فَإِذَا لَمْ یُوجَدْ عَنْ الْأَئِمَّةِ فَأَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي الدِّينِ فِي مَوْضِعِ الْأَمَانَةِ أَخَذْنَا بِقَوْلِهِمْ، وَكَانَ اتِّبَاعُهُمْ أَوْلَى بِنَا مِنْ اتِّبَاعِ مَنْ بَعْدَهِمْ. وَالْعِلْمُ طَبَقَاتٌ: الْأُولَى: الْكِتَابُ، وَالسُّنَّةُ إذَا ثَبَتَتْ السُّنَّةُ. وَالثَّانِيَةُ: الْإِجْمَاعُ مِمَّا لَيْسَ فِي كِتَابٍ وَلَا سُنَّةٍ. وَالثَّالِثَةُ: أَنْ يَقُولَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَلَا نَعْلَمُ لَهُ مُخَالِفًا فِيهِمْ. وَالرَّابِعَةُ: اخْتِلَافُ أَصْحَابِ الرَّسُولِ. وَالْخَامِسَةُ: الْقِيَاسُ عَلَى بَعْضِ هَذِهِ الطَّبَقَاتِ. وَلَا يُصَارُ إلَى شَيْءٍ غَيْرَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَهُمَا مَوْجُودَانِ، وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ الْعِلْمُ مِنْ أَعْلَى. هَذَا نَصُّهُ بِحُرُوفِهِ. وَقَدْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيّ عَنْ شُيُوخِهِ عَنْ الْأَصَمِّ عَنْ الرَّبِيعِ عَنْهُ. وَهَذَا صَرِيحٌ مِنْهُ فِي أَنَّ قَوْلَ الصَّحَابِيِّ عِنْدَهُ حُجَّةٌ مُقَدَّمَةٌ عَلَى الْقِيَاسِ، كَمَا نَقَلَهُ عَنْهُ إمَامُ الْحَرَمَيْنِ، فَيَكُونُ لَهُ قَوْلَانِ فِي الْجَدِيدِ، وَأَحَدُهُمَا مُوَافِقٌ لِلْقَدِيمِ وَإِنْ كَانَ قَدْ غَفَلَ عَنْ نَقْلِهِ أَكْثَرُ الْأَصْحَابِ۔ (البحر المحیط 8/59)

پھر انہوں نے کہا: امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر ہمیں (کسی مسئلہ پر) ائمہ سے (قرآن اور حدیث سے) کوئی نص نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ دین کے معاملہ میں امانت کے مقام پر ہیں، اس لیے ہم ان کے قول کو اختیار کریں گے، اور ان کی پیروی کرنا ہمارے لیے بعد والوں کی پیروی سے زیادہ اولیٰ ہے۔

اور علم کے درجے (یا طبقات) ہیں:

پہلا درجہ: کتاب اللہ اور سنت کا ہے جبکہ وہ سنت سے ثابت ہو جائے۔

دوسرا درجہ: اجماع کا ہے، ایسی چیز میں جو کتاب یا سنت میں نہ ہو۔

تیسرا درجہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب کوئی قول کہیں اور ہمیں ان میں سے کسی کا اس کی مخالفت کرنا معلوم نہ ہو۔

چوتھا درجہ: صحابہ کے درمیان اختلاف ہو۔

پانچواں درجہ: قیاس کرنا ان میں سے کسی درجہ پر۔

کتاب اور سنت موجود ہونے کے باوجود کسی اور چیز کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا، اور علم ہمیشہ اعلیٰ درجے سے لیا جاتا ہے۔ اور امام بیہقی نے اسے اپنے مشائخ کے واسطے سے حضرت اصم اور انہوں نے حضرت ربیع سے اور انہوں نے ان سے روایت کیا ہے۔

یہ ان کی صریح عبارت ہے کہ ان کے نزدیک صحابی کا قول حجت ہے جو قیاس پر مقدم ہے، جیسا کہ امام الحرمین نے ان سے نقل کیا ہے۔ لہٰذا ان کے (امام شافعی کے) نئے قول میں دو رائے ہوں گی، اور ان میں سے ایک رائے پرانے قول (قولِ قدیم) کے موافق ہوگی، اگرچہ اکثر اصحاب نے اس کی نقل سے غفلت برتی ہے۔ (البحر المحیط، ج8، ص59)

الموافقات للشاطبی کے محقق فرماتے ہیں:

قال المحقق أبو عبيدة مشهور بن حسن آل سلمان: انظر مسلك الشافعي في حجية قول الصحابي في "الأم" "٧/ ٢٤٦"، و"الرسالة" "ص٥٩٧-٥٩٨"، وكذا كتاب أبو زهرة "الإمام الشافعي" "٣٠٨-٣٠٩"، و"الإمام الشافعي وأثره في أصول الفقه" "٢/ ٧٦٣ وما بعدها"، ومنه يستفاد أن قول الصحابي عنده حجة في مذهبيه القديم والجديد، وهذا ما نصره ابن القيم في "إعلام الموقعين" "٤/ ١٢٢"؛ فقال بعد أن نقل كلام البيهقي في "المعرفة" "١/ ١٠٦, ط صقر" و"المدخل" "ص١٠٩-١١٠": "فهذا كلام الشافعي -رحمه الله ورضي عنه- بنصه، ونحن نشهد بالله أنه لم يرجع، بل كلامه في الجديد مطابق لهذا موافق له". (الهامش على الموافقات 4/458)

محقق ابوعبیدہ، مشہور بن حسن آل سلیمان نے کہا:

''امام شافعی کے مسلک میں صحابی کے قول کی حجیت کے بارے میں دیکھئے ''الأم'' (7/246)، اور ''الرسالۃ'' (ص 597-598)، اسی

طرح ابوزہرہ کی کتاب ''الإمام الشافعي'' (ص 308-309) اور ''الإمام الشافعي وأثره۔ ''في أصول الفقه'' (2/ 763 اور اس کے بعد)۔ان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شافعی کے نزدیک صحابی کا قول ان کے دونوں مذہبوں (قدیم اور جدید) میں حجت ہے۔اور یہی بات ابن القیم نے ''اعلام الموقعین'' (4/ 122) میں ثابت کی ہے؛ انہوں نے بیہقی کے ''المعرفۃ'' (1/ 106، طبع صقر) اور ''المدخل'' (ص 109-110) سے کلام نقل کرنے کے بعد کہا:

''یہ امام شافعی کا اپنا صریح کلام ہے، اور ہم اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے اس سے رجوع نہیں کیا، بلکہ ان کے نئے قول میں بھی یہی بات اس کے عین مطابق اور ہم آہنگ ہے۔''

(حاشیہ بر کتاب ''الموافقات'' 4/458)

4- امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

صحابہ کا قول حجت ہے، اور اگر کسی مسئلہ میں صحابہ کے دو قول ہیں تو تیسرا قول اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

إذْ مِنْ أَصْلِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ الَّذِي لَا خِلَافَ عَنْه فِيهِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ الْخُرُوجُ عَنْ أَقْوَالِ الصَّحَابَةِ۔ (الإنصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف 8/298)

کیونکہ امام احمد کے اصول کے مطابق، جس میں کوئی اختلاف نہیں، یہ ہے کہ صحابہ کے اقوال سے ہٹنا جائز نہیں ہے۔''

فقد سئل الإمام أحمد عن رجل يقول: إذا اختلف الصحابة على قولين فنخرج عن قوليهم، قال: هذا قولٌ خبيثٌ، هذا قول أهل البدع، (انظر: المسودة ص ۳۱۵ و العدة لأبي يعلى (٤/١٠٥٩).

ترجمہ: امام احمد سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو یہ کہتا ہے: جب صحابہ دو اقوال میں

اختلاف کریں تو ہم دونوں سے باہر نکل جاتے ہیں۔امام احمد نے فرمایا: یہ خبیث قول ہے، یہ اہلِ بدعت کا قول ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان ائمہ کے یہاں کچھ تفصیل نہیں ہے، اور یہ کہ کچھ حضرات اس سے اختلاف نہیں رکھتے، مقصود یہ کہ فی الجملہ ائمہ اربعہ کے یہاں اقوال صحابہؓ کرام حجت ہیں، علامہ ابن قیم نے أعلام الموقعین میں ۴۶ وجوہ سے آثار صحابہؓ کی حجیت کو ثابت کیا ہے۔

ہم ایک جملے میں یہ کہ سکتے ہیں کہ بحیثیت شارع وہ معیار نہیں ہے لیکن بحیثیت شارح وہ معیار ہیں۔

والله اعلم بالصواب

عرفان نصر فاروقی ندوی